پندرہواں سالانہ اجلاس کی کارروائی

سامراجی موسمی بحران، جنگ اور فاشزم
مزدور کسان توڑ زنجیریں

پاکستان کسان مزدور تحریک

2023

سامراجی موسمی بحران، جنگ اور فاشزم

مزدور کسان توڑ زنجیریں

پندرہواں سالانہ اجلاس کی کارروائی

26 - 27 نومبر، 2022

رینیول سنٹر، لاہور

پاکستان کسان مزدور تحریک

2023

پاکستان کسان مزدور تحریک

روٹس فار ایکوٹی نے 2008 میں کسانوں کے سیاسی و معاشی حالات کے ادراک اور اس کی بنیاد پر کسانوں کو منظم کرنے کے لیے ملک گیر سطح پر سیاسی تعلیمی پروگرام کا آغاز کیا۔ سیاسی تعلیمی آگہی کے اس پروگرام کا مقصد چھوٹے اور بے زمین کسانوں کو زراعت کے حوالے سے درپیش مسائل سے نمٹنے کے لیے ایک پلیٹ فارم پر منظم کرنا تھا تاکہ ان کے مسائل کے حل کے لیے مشترکہ طور پر کوئی لائحہ عمل مرتب کیا جا سکے۔ اس منصوبے کے تحت کسان مزدوروں کے حقوق، خوراک کی خود مختاری، پائیدار زراعت اور موسمی انصاف کے موضوعات پر تفصیلی تربیتی پروگرام ترتیب دیئے گئے جس کے نتیجے میں ایک مرکزی کور گروپ کا قیام عمل میں لایا گیا، جس کے ذمہ اس کام کو ملک بھر میں پھیلانا ہے۔

پہلے مرحلے میں پروگرام کا آغاز ملک کے تین صوبوں (سندھ، پنجاب، خیبر پختونخوا) کے دو دو اضلاع سے کیا گیا، بعد ازاں چند سالوں کے لیے بلوچستان کو بھی اس عمل میں شامل کیا گیا۔ سیاسی تعلیمی آگہی پروگرام کے دوسرے مرحلے میں صوبائی سطح پر تربیت کا آغا کیا گیا جس کے نتیجے میں تمام صوبوں میں صوبائی کور گروپس کی تشکیل عمل میں آئی۔ صوبائی کور گروپ صوبے بھر میں اپنے کام کو پھیلانے کا ذمہ دار قرار پایا۔ آج پاکستان کسان مزدور تحریک ملک کے 16 اضلاع میں موجود ہے جہاں اس کے کارکن، کسانوں خاص طور پر بے زمین کسانوں کے ساتھ سیاسی شعور، عملی جدوجہد اور تحقیقی سرگرمیوں میں سرگرم عمل ہیں۔

2008 سے تحریک کا سالانہ اجلاس باقاعدگی سے منعقد ہو رہا ہے۔ پی کے ایم ٹی کا پہلا سالانہ اجلاس پاکستان کسان سنگت کے نام سے 2008 میں لاہور میں منعقد ہوا جس میں چاروں صوبوں سے تقریباً 100 کسانوں نے شرکت کی۔ 2009 میں اس اتحاد کے باقاعدہ نام پر ابتدائی بحث مباحثے کا آغاز کیا گیا اور 2010 کے سالانہ اجلاس میں متفقہ طور پر اس اتحاد کا نام ''پاکستان کسان مزدور تحریک'' طے پایا۔ اجلاس میں چاروں صوبوں سے ایک ایک صوبائی رابطہ کار کا چناؤ بھی عمل میں آیا۔ 2011 کے سالانہ اجلاس

میں مرکزی رابطہ کار کا چناؤ کیا گیا اور 2011 میں ہی پی کے ایم ٹی آئین پر کام کا آغاز ہوا جسے متفقہ طور پر 2012 میں منظور کیا گیا۔ آئین کے تحت ہر دو سال بعد مرکزی رابطہ کار، صوبائی رابطہ کار اور ضلعی رابطہ کار کا چناؤ عمل میں آتا ہے۔موجودہ اشاعت میں دسویں سالانہ اجلاس 2017 کا ایک جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

ابتدائیہ

پاکستان کسان مزدور تحریک ممبران کے علاوہ اجلاس میں اندرون ملک اور بیرون ملک سے دیگر ہم خیال افراد بھی پی کے ایم ٹی کے مہمان ہوئے جن میں سے بعض نے اپنے سیاسی وفکری خیالات کے اظہار کے ساتھ ساتھ پی کے ایم ٹی کی سیاسی جدوجہد کی کاوشوں کو بھی سراہا۔ اجلاس میں نظامت کے فرائض پی کے ایم ٹی اسٹیئرنگ کمیٹی کے ممبران ولی حیدر اور ظہور جوئیہ نے ادا کیے۔

افتتاحی کلمات

طارق محمود

اسٹیئرنگ کمیٹی ممبر، طارق محمود نے مختلف اضلاع سے آئے ہوئے پی کے ایم ٹی کے دوستوں کو خوش آمدید کرتے ہوئے پی کے ایم ٹی کے دیرینہ ساتھی، اسٹیئرنگ کمیٹی ممبر اور سابق مرکزی رابطہ کار راجہ مجیب کی وفات پر غم و دکھ کا اظہار کیا۔ راجہ مجیب کو یاد کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آج راجہ کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔ پی کے ایم ٹی کے پندرہ سالوں

کی جدوجہد میں راجہ مجیب کی خدمات بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ اس دھرتی کا عوامی لیڈر تھا۔ پی کے ایم ٹی اپنے ساتھیوں کو نہیں بھولتی خاص طور سے ان ساتھیوں کو جنہوں نے اپنی زندگی اس تحریک اور عوامی شعور کی بیداری اور انہیں منظم کرنے میں وقف کر دی ہو۔ ہم راجہ کی روایت کو بلاشبہ جاری رکھیں گے۔

آج کے اجلاس کا موضوع سامراجی موسمی بحران ہے۔ موسمی بحران کی وجوہات کو سمجھنا ضروری ہے۔ جنگ کے اثرات سارے طبقات پر ہوئے ہیں۔ ان سب مسائل کے پیچھے سامراجی طاقتیں ہیں۔ ہم اپنے پندرہویں سالانہ اجلاس میں ان تمام موضوعات پر تفصیلی بات چیت کریں گے۔ آخر میں انہوں نے تمام آئے ہوئے شرکاء کا شکریہ ادا کر کے PKMT کے پندرہویں سالانہ اجلاس کا باقاعدہ آغاز کیا۔

راجہ مجیب کی یاد میں

ظہور جوئیہ

اسٹیئرنگ کمیٹی ممبر ظہور جوئیہ نے ہال کے باہر راجہ مجیب کی یاد میں ان کی زندگی کے کچھ لمحات کی آویزاں تصویری جھلکیوں کا ذکر کرتے ہوئے شرکاء سے احتراماً کھڑے ہو کر ایک منٹ کی خاموشی اختیار کرنے گزارش کی۔ ہال میں ایک منٹ کی خاموشی اختیار کرنے کے بعد راجہ مجیب کی زندگی پر مشتمل ایک مختصر ویڈیو بھی دکھائی گئی۔ ظہور جوئیہ نے راجہ مجیب کے حوالے سے اپنی کہی ہوئی نظم شرکاء کو پڑھ کر سنائی۔

راجہ کہتا تھا

مزدور کسان اور نوجوان جب جاگ جائے گا

راجہ کہتا تھا تب۔۔۔ انقلاب آئے گا

معیشت ریاست اور سیاست میں یوں ہی الجھے رہو گے

گر خواہش، آرزو اور کچھ کرنے کی جستجو میں رہو گے

تو پھر اس کا ایک ہی جواب آئے گا

راجہ کہتا تھا تب انقلاب آئے گا

مزدور کی بیٹی جب پڑھنے لگے گی

اور کسان کا بیٹا جب کمانے لگے گا

پھر ایک دن وہ بھی آئے گا

راجہ کہتا تھا تب انقلاب آئے گا

اپنے ہاتھوں کی لکیروں سے

اپنے خوابوں کی تعبیروں سے

ہمیں ان سے آگے بڑھنا ہے

کچھ سوچنا ہے کچھ کرنا ہے

جاگیرداری اور سرمایہ داری سے اب لڑنا ہے

پھر ان ظالموں پر بھی عذاب آئے گا

راجہ کہتا تھا کہ جب انقلاب آئے گا

کہ انقلاب آئے گا کہ انقلاب آئے گا

نظم کے بعد راجہ مجیب کو یادگاری ایوارڈ ''پی کے ایم ٹی ایوارڈ'' دینے کی تقریب ہوئی۔ راجہ مجیب کا ایوارڈ ان کے قریبی دوست اور تحریک کے ساتھی علی نواز جلبانی نے ڈاکٹر عذرا طلعت سعید سے وصول کیا۔ یاد رہے کہ مجموعی طور پر یہ چوتھا ایوارڈ دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے یہ خصوصی ''پی کے ایم ٹی ایوارڈ'' سبھو گیان چندانی صاحب، ڈاکٹر مبارک علی صاحب، ویناارجن صاحبہ اور پی کے ایم ٹی سابق مرکزی رابطہ کار علی اکبر خان صاحب کو دیا جا چکا ہے۔ پی کے ایم ٹی نے 2013 سے عوامی خدمات اور سیاسی شعور کو بڑھانے والے عوامی لیڈروں کو ایوارڈ دینے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔

پہلا سیشن:

سامراجی موسمی بحران اور اثرات

موسمی بحران کا کسانوں پر اثرات

علی گل

پی کے ایم ٹی شکار پور کے ممبر علی گل نے اس موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا کہ زمین کا درجہ حرارت بڑھ رہا ہے، موسم تبدیل ہو رہا ہے، کہیں زیادہ بارشیں ہو رہی ہیں اور کہیں خشک سالی ہے۔ حالیہ بارشوں سے تباہی ہوئی ہے جس میں سب سے زیادہ نقصان کسان اور مزدور طبقے کا ہوا ہے۔ بارشوں کے نتیجے میں آنے والے سیلاب کے دوران سرمایہ داروں، جاگیرداروں نے بھی ظلم کیا۔ انہوں نے اپنی زمینوں سے کٹ لگا کے پانی چھوٹے کسانوں کی زمینوں کی طرف کر دیا جس سے چھوٹے کسانوں کو دوہرا نقصان اٹھانا پڑا۔ اگر زمینیں بچنے کا کوئی امکان تھا بھی تو جاگیرداروں کی وجہ سے نہیں بچیں۔ ابھی تک زمینوں سے پانی نہیں نکلا ہے۔ ہمارے کھیت تباہ ہو گئے، جانور مر گئے، خوراک ختم ہو گئی، اسکول بند ہو گئے، امن و امان کی صورت حال خراب ہوئی، بیماریاں بڑھ گئیں۔ اس صورتحال میں ہمیں یکجہتی کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیے، اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرنی چاہیے اور یہ تب تک

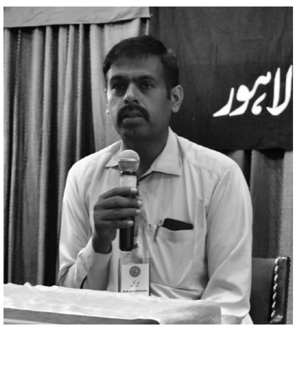

نہیں ہو گا جب تک کہ ہم اکٹھے ہو کر کھڑے نہیں ہوں گے۔ہم پی کے ایم ٹی کے لیے ہیں اور پی کے ایم ٹی ہماری ہے۔ راجہ بھائی ایک انمول موتی تھے، کسانوں کے لیے آواز اٹھاتے تھے۔ہمیں سمجھاتے تھے۔ ہمارا راستہ بنتے تھے۔ یہ پہلا اجلاس ہے جس میں راجہ بھائی ہمارے ساتھ نہیں ہیں لیکن ان کا مشن ان کا مقصد ہمارے ساتھ ہے۔اب یہ ہم پر ہے کہ ہم کس طرح ان کے مقصد کو آگے لے کر جا سکتے ہیں۔

موسمی بحران: عورتوں پر اثرات

شاہین مہر

پی کے ایم ٹی، گھوٹکی کی ممبر شاہین کا کہنا تھا کہ موسمی بحران ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ پہلے ہم سیکھتے تھے کہ موسمی بحران کیا ہے؟ گاؤں کی عورتوں کو کس طرح بتائیں کہ موسمی بحران کے نقصانات کیا ہیں؟ ان کے اثرات کیا ہیں؟ لیکن حالیہ بارشوں نے سب کچھ ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ یہ حالیہ بارشیں اور سیلاب موسمی بحران کی مثال بن گئیں ہیں۔عورتوں کو بہت زیادہ تکالیف برداشت کرنی پڑیں۔ بارشوں کے وقت راشن میں کمی آ گئی تھی، عورتوں کے پاس کھانے پکانے کے لیے کچھ نہیں تھا۔عورتیں کچھ پکاتی بھی تھیں تو اپنے بچوں کو دے دیا کرتی تھیں اور خود بہت کم کھاتی تھیں۔عورتوں کی صحت بھی بہت متاثر ہوئی ہے۔ برساتی پانی کی وجہ سے ان کے ہاتھ پاؤں گل گئے ہیں۔ایک کم عمر لڑکی حاملہ تھی، ذہنی دباؤ کی وجہ سے وہ بیمار ہو گئی لیکن اس کو تین دن تک ہسپتال نہیں لے جایا جا سکا۔ اس کے گردے ختم ہو گئے تھے۔ ہمارے دیہی معاشرے میں عموماً عورتیں گھر سے باہر نہیں نکلتیں۔ وہ باہر کے ماحول کی عادی نہیں ہوتیں لیکن سیلاب کی وجہ سے ان کو باہر جا کے رہنا پڑا ذہنی دباؤ برداشت کرنا پڑا۔مزید یہ کہ کپاس کی فصل سے عورتیں گزر بسر کرتی تھیں، اپنی ضرورت کی چیزیں لیتی تھیں اب بارشوں کی وجہ سے کپاس کی فصل ختم ہو گئی ہے اور ساتھ ہی ان کے وسائل بھی ختم ہو گئے ہیں۔ بڑے جانور عورتوں کی ملکیت نہیں مانے جاتے لیکن چھوٹے جانور جیسے بکریاں عورتوں کی ملکیت ہوتی ہیں۔ بارشوں کی وجہ سے ان کے جانور مر گئے اور بارشوں کے بعد مچھر، اور دیگر بیماریوں کی وجہ سے بھی جانوروں کا بہت نقصان ہوا۔اب صورتحال یہ ہے کہ

عورتوں کے پاس ان کے ذاتی وسائل نہیں بچے ہیں۔ حالیہ بارشوں کی وجہ سے چارہ بھی کم ہوا ہے اور جانور کم چارہ ملنے کی وجہ سے دودھ کم دے رہے ہیں۔ پینے کے لیے ہی دودھ کم پڑ رہا ہے تو اب اس سے مکھن اور دیگر اشیاء بنانا تو دور کی بات ہے۔ ان حالات میں حکومت کی جانب سے کوئی خاطرخواہ مدد بھی نہیں دی جارہی ہے۔

موسمی بحران خوراک کی خودمختاری

بختیار زیب

لوئر دیر سے تعلق رکھنے والے پی کے ایم ٹی اسٹیئرنگ کمیٹی کے ممبر بختیار زیب نے اپنی گفتگو کا آغاز اس سوال سے کیا کہ دنیا بھر میں ہونے والی یہ موسمی تبدیلی کیا ہے؟ اور اس کی وجوہات کیا ہیں؟ سیلاب، خشک سالی، ماحول کا حصہ بن گئی ہیں۔حکومت خرابی کی اصل وجہ پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتی ہے۔ امداد اور خیرات کی طرف توجہ زیادہ ہے۔ شدید موسم کی وجہ سے نہ صرف کسان اپنی روزی بلکہ زمین سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے ہیں بلکہ تعلیم، خوراک اور طبی سہولیات کے لیے بھی ترس رہے ہیں۔ ہمارے کسانوں کی فصلیں تباہ ہوگئی ہیں۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے، ہماری آبادی کا انحصار زراعت پر ہے۔ 1960 سے پہلے پائیدار زراعت تھی ہمارے خرچے کم تھے یوریا، ہائبرڈ بیج استعمال نہیں کرتے تھے۔ ڈبلیو ٹی او کے ذریعے ہماری زراعت پر کمپنیوں کا قبضہ ہوگیا ہے۔ ہمارے کسانوں کی فلاح پائیدار زراعت میں ہے ہم نے اپنا بیج کھو دیا ہے۔ کسانوں کے ہاتھ میں پیداواری وسائل ہونے چاہیے۔ ہم سب کے مسائل ایک جیسے ہیں پی کے ایم ٹی نے رنگ، نسل اور ذات پات سے ہٹ کے کسانوں کا اتحاد بنایا ہے۔ انشاء اللہ پی کے ایم ٹی ملک بھر کے کسانوں کے ساتھ جدوجہد کے ذریعہ کسانوں کے حقوق حاصل کرے گی۔

تیزی سے بدلتی ہوئی آب و ہوا ہر قسم کے انتہائی موسمی واقعات کا باعث بن رہی ہے۔ دنیا بھر میں ماحولیاتی تبدیلی کے باعث درجہ حرارت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن سب سے پہلے ہم جانتے ہیں کہ موسمی بحران یا ماحولیاتی تبدیلی کیا ہے؟ انسانی سرگرمیوں نے کاربن ڈائی آکسائیڈ کے اخراج میں اضافہ کیا ہے جو درجہ حرارت

کو بڑھاتا ہے۔موسم میں شدت، سیلاب اور گلیشئر کا پگھلنا، اس کے ممکنہ اثرات میں شامل ہے۔ آب و ہوا کی تبدیلی ہمارے طرز زندگی کو بدل دے گی۔جس سے پانی کی قلت پیدا ہوگی، جس سے خوراک کی پیداوار کم ہوگی۔ چھوٹے اور بے زمین کسانوں کی زندگی مزید تکالیف اور مشکلات کا شکار ہو جائیں گی۔موسمی بحران سے پاکستان میں خصوصاً سیلاب اور خشک سالیاں معمول بن چکے ہیں۔ کمزور انفراسٹرکچر مکمل تباہی کا شکار ہو چکا ہے اور تباہی کی شدت میں مزید اضافے کا اندیشہ ہے۔

اب اگر نظر دوڑائی جائے تو پاکستان جیسا ملک موسمی بحران کا کتنا ذمہ دار ہے۔ گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج میں آخری نمبروں میں ہونے کے باوجود پاکستان میں موسمی تبدیلیوں کے لپیٹ میں آنے والے پہلے 10 ممالک میں سرفہرست ہے۔ یہ خطے میں نوآبادیاتی نظام اور سامراج کی دیرینہ وراثت کی وجہ سے بھی ہے۔ شروع ہی سے بنیادی ڈھانچے کی تعمیر کی کوئی بھی کوششیں جو قدرتی آفات کے خطرے سے مناسب طریقے سے نمٹ سکے اسے عوام کے فائدے کے ساتھ نہیں جوڑا گیا۔ بلکہ پہلے اسے برطانوی سامراج اور پاکستان کے اندر اور باہر سرمایہ دارانہ نظام اور اس کے حواریوں کے منافع کے ساتھ جوڑا گیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کے حصہ خود سیاستدان اور زیادہ آبادی کو ان تمام مسائل کی وجہ قرار دے رہے ہیں اور اصل خرابی کی جڑ پر پردہ ڈالتے نظر آرہے ہیں اور بے لگام صنعتی پھیلاؤ کو انسانوں کی معیشت کے لیے ضروری قرار دینے میں مصروف عمل ہو کر اپنا حصہ وصول کر رہے ہیں۔ دراصل عالمی سرمایہ دارانہ قوتیں آفات کی وجوہات اور ذمہ داری کے بارے میں بات چیت نہیں کرنا چاہتے۔ اس کے بجائے وہ امداد، خیرات اور دیگر قابل رحم اقدامات کی طرف توجہ دلواتی ہے۔ لہذا اب سرمایہ داری کی ایسی تمام فرسودہ چالوں کو سمجھتے ہوئے ہمیں خوراک کے لیے متبادل اور بہتر نظام لانے کے لیے مل کر کام کرنا ہوگا۔

شدید موسم عالمی بھوک کا ایک محرک ہے۔ اس وقت موسمی بحران کی وجہ سے نہ صرف کسان اپنی روزی و زمین سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ بلکہ خوراک، ادویات اور پینے کے لیے صاف پانی سے بھی محروم ہیں۔ لاکھوں کسان عورتیں بغیر چھت کے دھوپ اور گرمی برداشت کر رہی ہیں ان کے پاس سونے کے لیے بستر تک نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کئی وبائی بیماریاں بھی پھیلی ہوئی ہیں سندھ کے کسان عورتوں کی نہایت اہم فصل کپاس

تقریباً ختم ہو چکی ہے۔ 1960 کے بعد سبز انقلاب کے ذریعہ زراعت پر کمپنیوں کا اختیار شروع ہوا ہے۔ اسپرے، ڈی اے پی، یوریا اور ٹریکٹر استعمال ہونے لگے۔ اس کے بعد اسٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام سیپ، عالمی تجارتی ادارہ ڈبلیو ٹی او، عالمی بینک، یو ایس ایڈ اور آئی ایم ایف کی پالیسیوں نے زراعت پر کمپنیوں کے اختیار کو مزید مضبوط کیا اور کسان کو محتاج بنایا گیا۔ ان پالیسیوں کی وجہ سے غربت مہنگائی بے روزگاری میں اضافہ ہوا۔ ان پالیسیوں میں سیڈ ایکٹ 2015 کی منظوری زراعت اور مال مویشی شعبہ میں سرمایہ کاری کے فروغ اور دیہی علاقوں میں ان شعبوں کو مستحکم کرنا زرعی مداخل پر زرتلافی کے حصول کے لیے الیکٹرانک واؤچر تک رسائی جیسے اقدامات شامل ہیں۔ جدت پر مبنی یہ پالیسیاں اور قوانین ہزاروں سال پرانے بیجوں اور مویشیوں کی نسلوں کے خاتمے اور ان پر کمپنیوں کے قبضے کے لیے ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیے جارہے ہیں جس سے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے منافع میں اضافہ ہوگا اور ساتھ ساتھ غربت مہنگائی بھوک، بے روزگاری میں بھی اضافہ ہوا۔

ہمارے کسانوں کی فلاح پائیدار زراعت میں ہے اور خوراک کی خود مختاری میں ہے۔جس کے لیے عوام بالخصوص چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں کو منظم ہو کر جدوجہد کرنی ہوگی۔ پاکستان میں بھوک اور بے روزگاری کی اصل وجہ ناانصافی پر مبنی معاشرہ ہے جہاں ایک ایسا طبقہ جو خود خوراک پیدا کرتا ہے وہی بھوک کا شکار ہے ہم سب کے مسائل ایک جیسے ہیں۔ اس لیے کسانوں اور مزدوروں کا ایک ایسا اتحاد بنایا گیا ہے جس میں رنگ، نسل، ذات، مذہب اور قومیت سے بالاتر ہو کر چھوٹے اور بے زمین کسان مزدور خوراک کی خود مختاری کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی — اس کھیت کے ہر خوشہء گندم کو جلا دو

سامراجی موسمی بحران اور اس کا جواب

ولی حیدر

پی کے ایم ٹی کے سیکریٹری ولی حیدر نے کہا کہ پی کے ایم ٹی تحقیق و تجربے سے اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ یہ سادہ موسمی بحران نہیں ہے یہ سامراجی موسمی بحران ہے اور اس کا ذمہ دار سامراج ہے۔ یہ سامراج کا مسلط کردہ کیوں ہے؟ سامراجی موسمی بحران کی بنیاد کیا ہے؟ بنیاد سرمایہ داری ہے۔ سرمایہ داری کو سمجھنا ضروری ہے۔ یہ طبقات پر مبنی ایک نظام ہے جس میں امیر اور غریب، مزدور اور فیکٹری کا مالک، یہ دو پیداواری رشتے ہوتے ہیں۔ منڈی یا کاروباری رشتوں کی حیثیت سب سے بلند ہوتی ہے۔ منڈی جہاں چیزیں بکتی ہیں اور جن رشتوں کے تحت اشیاء بنائی جاتی ہیں یعنی آجر اور اجیر۔ مزدور اور مالک۔ سرمایہ داری نظام میں یہی دو رشتے ہوتے ہیں۔ کاروباری رشتوں کا ستون منافع اور مشینی پیداوار پر اس کا انحصار ہوتا ہے۔ رشتوں کی بنیاد ذات پات، رنگ، نسل اور مذہب نہیں ہوتا۔ رشتوں کی بنیاد یہ ہوتی ہے کہ کون آپ کو زیادہ منافع کما کر دے گا اور منافع کیسے آئیگا؟ منافع مشینی پیداوار سے بڑھتا ہے۔ جب پیداوار کا عمل شروع ہوتا ہے تو رشتہ انسانوں اور مشینوں کے درمیان بنتا ہے۔ کچھ چیزیں انسان بناتے ہیں مزدور کے طور پر، اور کچھ چیزیں مشینیں بناتی ہیں۔ اس میں انسان نہیں ہے۔ وہ رشتے جو انسانوں کے ساتھ ہوتے ہیں وہ مشین کے ساتھ نہیں ہوتے۔ وقت کے ساتھ ساتھ آپ دیکھ رہے ہیں اور مستقبل میں دیکھیں گے کہ بہت سارے کام انسان کے بجائے مشینوں سے لیا جائیگا۔ اس طرح کی پیداوار دنیا میں شروع ہو چکی ہے اور اس کو کہتے ہیں کہ روبوٹ کام کر رہے ہیں لیکن ہم آج اس پہ بات نہیں کریں گے۔

سرمایہ داری نظام کا طریقہ پیداوار مزدور اور کسان کو کم سے کم تنخواہ دینے پر یقین رکھتا ہے۔ کسان سے مراد یومیہ اجرت پہ کام کرنے والے کسان ہیں یا جیسے کہ کھیت مزدور ہیں۔ یعنی کہ وہ کسان جو ایسے کھیتوں اور زمین پہ کام کرتے ہیں جہاں کام کرنے کے عوض تنخواہ ملتی ہے۔ مثال کے طور پر سندھ اور پنجاب میں جہانگیر ترین کے باغات ہیں جس میں سرمایہ داری کے تحت کسانوں سے کھیتی باڑی اور کام کرواتا ہے۔ سرمایہ داری نظام

کے تحت ہونے والی کھیتی باڑی میں پیداواری رشتے جاگیرداری نظام میں ہونے والی کھیتی باڑی کے رشتوں سے فرق ہوتے ہیں۔ ہر مالک مزدور کو کم سے کم تنخواہ دینا چاہتا ہے تاکہ بچت زیادہ ہو اور منافع میں اضافہ ہو۔

اس کے بعد قدرتی نظام میں ہر شہ کا استحصال کرتا ہے۔ ہر وہ چیز جو پیداوار میں استعمال ہوتی ہے مثلاً زمین، پھول پودے، درخت، معدنیات، پانی وغیرہ، ان سب کا شدید استحصال کر کے اپنے لیے منافع کماتے ہیں۔ اب وہ قدرتی وسائل ہوں یا مزدور یا کسان، تمام وسائل کا استحصال کر کے اپنا منافع بناتے ہیں چاہے اس سے ماحولیات پر منفی اثرات ہی مرتب ہو رہے ہوں۔ اب مثال کلے طور پر سی پیک کے منصوبے کے تحت چین ساہیوال میں کول پاور پلانٹ بنا رہا ہے جس کے لیے کوئلہ تھر سے نکالا جا رہا ہے۔ اب جب کوئلے سے وہاں بجلی بنے گی تو ماحول ساہیوال کا تباہ ہو گا، پھر پنجاب اور پھر پورا پاکستان۔

سامراج کیا ہے؟ جب سرمایہ داری عروج پر ہوتی ہے تو وہ سامراجیت کہلاتی ہے۔ ہم سرمایہ داری کے عروج کے دور میں جی رہے ہیں اس لیے ہم سامراجی دور میں جی رہے ہیں۔ سامراج دیو ہیکل ملٹی نیشنل کمپنیوں کی جگہ بناتا ہے جیسے کوکاکولہ، نیسلے، نوکیا موبائل، آئی فون، وغیرہ۔ کمپنیاں مصنوعات تیار کرتی ہیں اور قومی ضروریات کے نہ ہونے کے باوجود بھی عالمی مالیاتی ادارے مثلاً آئی ایم ایف، ورلڈ بینک اور ان کے ہمنوا ادارے ڈبلیو ٹی او کی پالیسیوں کے تحت کمپنیوں کے لیے راستہ ہموار کرتے ہیں کہ یہ منڈی میں اپنی مصنوعات بیچیں اور منافع کمائیں۔ یہ بڑی کمپنیاں عالمی سطح پر دنیا کے زیادہ تر ممالک میں منڈی پر قابض ہو کر اجارہ داری پر مبنی سرمایہ داری کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر نیسلے سوئٹزرلینڈ کی کمپنی ہے اور اس کا سارا منافع وہاں چلا جاتا ہے۔ یہ ہے سرمایہ داری کا عروج۔ اس طرح یہ کمپنیاں اپنی اجارہ داری بناتے ہیں۔ پہلے ہمیں اپنا دیسی سامان، اپنے ملک کی مصنوعات منڈی میں مل جایا کرتی تھیں لیکن اب ہر چیز چین کی ہوتی ہے۔ ہماری اشیاء کہاں گئیں؟ یہ اشیاء بنانے والے ہمارے مزدور کہاں گئے؟ باہر کی کمپنیاں بڑے سرمایہ کے ساتھ آتی ہیں اور زیادہ جدید مشینری سے زیادہ پیداوار کے ساتھ منڈی میں اتر کر اپنی اجارہ داری قائم کر لیتی ہیں۔ اسی طرح مونسانٹو کی مثال ہے جو صنعتی بیج بناتی ہے۔ اسی طریقے سے کمپنیاں ہر چیز کی منڈی پر قبضہ کر لیتی ہیں۔ جس کا جتنا زیادہ سرمایہ ہوتا ہے اس کا اتنا ہی منڈی پر قبضہ ہو جاتا ہے۔

سرمایہ دار کمپنیاں اپنا پیسہ، منافع بینکوں میں جمع کراتی ہیں تو بینک کے پاس سرمایہ آجاتا ہے۔بینکوں اور سرمایہ کاروں پر مبنی کمپنیاں وجود میں آتی ہیں۔ مالیاتی ادارے ان سرمایہ دار کمپنیوں پر حاوی ہوجاتے ہیں۔ مالیاتی ادارے آہستہ آہستہ اپنی اجارہ داری قائم کر لیتے ہیں۔ یہ اب مکمل طور سے سامراجی دور کہلاتا ہے۔جب بینکوں کا منڈی اور معیشت پر اختیار بڑھ جاتا ہے۔اس کو مالیات کی بنیاد پر سرمایہ داری یا سامراجیت کہتے ہیں۔مثال کے طور پر آئی ایم ایف کی بڑی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اسٹیٹ بنک حکومت کے کنٹرول میں نہیں رہے گا جو کہ اب پوری ہو چکی ہے۔اسٹیٹ بنک اب خود مختار ادارہ بن چکا ہے جو حکومت کے کسی بھی حکم کو ماننے کا پابند نہیں ہے۔تو اس کا مطلب کیا ہوا کہ اسٹیٹ بنک اب صرف عالمی مالیاتی اداروں جیسے کہ آئی ایم ایف وغیرہ کے کہنے پر چلے گا کیونکہ اس کا گورنر بھی یہی ادارے اپنا بھرپور زور دیکر لگوائیں گے۔ ڈالر کا ریٹ اسٹیٹ بینک کا گورنر آئی ایم ایف کے کہنے پر طے کریگا، حکومت کے کہنے پر نہیں۔اس نظام کو اس دور کو سامراجیت کہتے ہیں جہاں کمپنیوں کے اوپر اور معیشت کے اوپر بینکوں اور مالیاتی اداروں کی برتری ہوتی ہے۔ مالیاتی سرمایہ داری سامراجی نظام پر مبنی ہے۔

سامراجی نظام کی پانچ خصوصیات ہیں :

1۔ معیشت کا ارتکاز یعنی تھوڑی سی کمپنیاں تقریباً ساری معاشی کارروائی جس میں پیداوار، مزدوروں کے لیے روزگار، خام مال، منڈی سب پر حاوی ہوجاتی ہے۔
2۔ مالیاتی سرمائے کا ارتکاز یعنی تھوڑے سے بنک دنیا کے مالیاتی سرمائے پر حاوی ہوجاتے ہیں۔
3۔ مالیاتی سرمائے پر قبضہ کے نتیجے میں مالیاتی سرمائے سے تعلق رکھنے والے ایک نہایت طاقتور گروہ وجود میں آتا ہے جو کہ عالمی سطح پر معیشت پر قبضہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔
4۔ پیسہ کی درآمد یعنی دولت /سرمائے کا آرام سے ایک سے دوسرے ملک میں داخل اور باہر نکل جانا۔سرمایہ کار کو پیسہ کی آمد و رفت کی شدید ضرورت ہوتی ہے کیونکہ کمپنیاں اپنے ممالک سے پیسہ نکال کر ہمارے ممالک میں سرمایہ کاری کرتی ہیں اور پھر منافع کو آسانی سے واپس اپنے ملکوں میں بھیج دیتی ہیں۔ان عوامل کے لیے منافع خود دیو ہیکل کمپنیاں ہمارے حکمرانوں کو کٹھ پتلی بنائے رکھتی ہیں اور قانون سازیاں کرواتی

ہیں۔ قانون بنانے والے خود بھی سرمایہ دار اور جاگیر دار ہیں۔ ان کے خود کے بھی مفادات اسی نظام سے جڑے ہوئے ہیں۔ سرمایہ دار اور جاگیر دار ہی سیاستدان بن کر اسمبلیوں میں بیٹھے ہیں۔

5۔ نو آبادیات کا قائم ہونا اور سامراجی طاقتوں کا حاوی ہونا۔ یہ نئی طرز کی نو آبادیات ہے جس کا آغاز ہو چکا ہے۔ ہمارے حکمران عوام کے مفاد کے خلاف اور اپنے ذاتی مفاد میں سامراجی اداروں کا آلہ کار اور وفادار بن جاتا ہے۔

اس طرح کے نئے طرز کی نو آبادیات میں امریکہ جیسے ممالک ہمارے ملک پر حاوی ہیں، یہاں کے حکمران ان کے ساتھی بن جاتے ہیں۔ اپنے اہداف حاصل کرنے کے لیے ملکوں بشمول پاکستان کے آئین اور قوانین میں تبدیلیاں کی جاتی ہیں۔ عوام کے بجائے کمپنیوں کے مفادات کا خیال کرتے ہیں۔ انہوں نے بیج کا قانون منظور کیا۔ یہ پاکستان کے ایوان میں منظور ہوا۔ جب قوانین عوام کے خلاف سامراجی ممالک کی ایما پر بننا شروع ہو جائیں تو یہ سامراجیت ہے۔

مختصر سمجھنے کے لیے یہ کافی ہے کہ سرمایہ داری نظام، اس کا پیداواری پہیہ چاہے اشیاء کی پیداوار کے لیے ہو یا پھر خدمات اور مالیات (بینکوں) کے لیے ہو، وسیع پیمانے پر ایندھن پر منحصر ہے۔ ایندھن میں کوئلہ، گیس اور تیل شامل ہوتا ہے۔ کارخانے، بینک اور کمپیوٹر سب بجلی سے چلتے ہیں۔ ہر کام میں انرجی استعمال ہوتی ہے گیس، بجلی کوئلہ استعمال ہوتا ہے۔ صنعتی پیداوار جو ایندھن سے چلتی ہے کئی طرح کی گیسیں پیدا کرتی ہیں، گرین ہاؤس گیسیں، جو کہ آسمان پر جاکر ایک ''چھت'' بنادیتی ہیں۔ اس چھت کی وجہ سے سورج کی گرمی زمین میں رہ جاتی ہے اور واپس خلا میں نہیں جاتی۔ تو جتنی زیادہ پیداوار اتنی زیادہ گرمی۔ پیداوار کے عمل میں رکازی ایندھن گیسیں نکالتی ہیں (کاربن ڈائی آکسائیڈ) خارج ہوتی ہے جس سے حدت میں اضافہ ہوتا ہے۔ شدید موسمی بحران پیدا ہوتا ہے یہ سامراجی موسمی بحران ہے۔ یہ قدرتی نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ موسمی بحران انسانی مداخلت کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہ بات غلط ہے۔ موسمی بحران انسانی مداخلت کی وجہ سے نہیں بلکہ سامراجی سرمایہ دارانہ مداخلت کی وجہ سے ہے۔ یہ کمپنیوں کا پیدا کردہ موسمی بحران ہے۔ ان کمپنیوں کا تعلق امیر سرمایہ دار ممالک سے ہے یعنی کہ یورپ، امریکہ، جاپان، آسٹریلیا جن کی کل ملاکر آبادی ایک ارب کے قریب ہے جبکہ ہم تیسری دنیا

کے ترقی پذیر ممالک کی آبادی سات ارب ہے۔ پاکستان موسمی بحران سے شکار ہونے والے پہلے دس ممالک میں ہے جبکہ ہمارا گرین ہاؤس گیسیں خارج کرنے میں ایک فیصد سے بھی کم ہیں۔ ہمارے پاس 7253 گلیشئر ہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ گلیشئر یعنی برف کے پہاڑ ہمارے پاس ہیں۔ دریاؤں میں پانی کہاں سے آتا ہے؟ گلیشئر سے آتا ہے۔ جب درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے تو طوفان آتا ہے، سیلاب آتا ہے۔ پانی کے ذخائر ختم ہو رہے ہیں۔ یہ سامراجی موسمی بحران ہے۔ اگر یہ کارخانے نہ چلیں، کوئلہ استعمال نہ ہو، بجلیاں نہ بنیں، یہ درخت نہ کٹیں، یہ بحران نہ ہو، یہ بینکوں کا قبضہ نہ ہو، یہ موسمی بحران نہ ہو۔ ایک تو یہ قدرتی بحران نہیں ہے یہ انسانوں کا ہے اور انسانوں میں ہم سب کو شامل نہیں کرتے۔ اس کا ذمہ دار صرف سرمایہ دار طبقہ اور سامراج ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں سامراجی موسمی بحران۔

ہمیں کیا چاہیے؟ ہمیں موسمی انصاف چاہیے۔ یہ موسمی انصاف کیسے آئے گا جب ہم اپنے حق کے لیے لڑیں گے۔ کوئی اور ہماری لڑائی نہیں لڑے گا۔ موسمی بحران سے مزدور، ہاری کو نقصان ہوتا ہے، برباد ہم ہو رہے ہیں تو لڑنا بھی ہمیں ہی پڑیگا۔ ہمیں طبقاتی نظام کے خلاف جدوجہد کرنی ہے۔ ہم نے سامراجی نظام کے خلاف جدوجہد کرنی ہے۔ نجات کا راستہ مزاحمت کا راستہ۔

پاکستان میں حالیہ بارشیں اور سیلاب اور پی کے ایم ٹی کا ردعمل

سندھ میں سیلاب کی آبادیوں کا یکجہتی دورہ رپورٹ

اسلم چودھری

پی کے ایم ٹی کے سینیئر ممبر اسلم چودھری نے کہا کہ ہم سب موسمی بحران اور سیلاب کی باتیں سن رہے ہیں۔ جب سیلاب آیا تو پی کے ایم ٹی کی اسٹیئرنگ کمیٹی کے فیصلے کے مطابق پی کے ایم ٹی کا ایک وفد جس میں پنجاب اور خیبر پختونخوا سے ممبران شامل تھے، نے سندھ میں سیلاب زدہ اضلاع کا دورہ کیا، تاکہ متاثرہ اضلاع کے ممبران کے ساتھ یکجہتی کے ساتھ ساتھ ان کی تکالیف کا اندازہ، مسائل کا احاطہ اور ان کے حل کے لیے لائحہ عمل تیار کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں خیر پور، شکار پور اور گھوٹکی کے اضلاع کا دورہ کیا گیا۔ متاثرہ اضلاع میں بزرگ دوستوں کا کہنا تھا کہ انہوں نے اپنی زندگی میں اتنی برسات پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ وہ لوگ اپنے گھروں کو یونہی سیلاب کی زد میں چھوڑ کر رشتہ داروں کے گھروں میں پناہ لینے کے لیے چلے گئے۔ پانی کی نکاسی کا نظام تھا لیکن وہ جان بوجھ کر بند کیا گیا تھا۔ بڑے جاگیرداروں نے چھوٹے کسانوں کی زمینوں کی طرف پانی کا رخ کر دیا تھا۔ سماجی یا سیاسی نمائندوں میں سے کوئی مدد کے لیے نہیں آیا۔ اتنا بڑا امدادی کام کسی تنظیم کے بس کی بات نہیں تھی۔ یہ ریاست کا کام ہے۔ اگر نکاسی کے راستے کھول دیئے جاتے تو اتنا نقصان نہیں ہوتا۔ گھوٹکی میں ان دنوں راجہ مجیب علیل تھے ان سے بھی ملاقات کی۔ پی کے ایم ٹی کے پاس فنڈز نہیں تھے اس سلسلے میں روٹس فار ایکوٹی کے دفتر میں بات کی گئی، دوستوں کو پیغامات دیے گئے، اور فنڈز اکٹھا کیے گئے۔ جس سے رضائی، مچھر دانی، راشن اور ہینڈ پمپ آبادیوں میں دیا گیا۔ اگلی فصل کے لیے رکھا گیا بیج سیلاب کی نظر ہو جانے کی وجہ سے کسانوں کے پاس بیج نہیں بچا تھا۔ اس حوالے سے پی کے ایم ٹی نے 100 من گندم کا بیج، 100 منتخب شدہ کسانوں میں تقسیم کیا۔ سکھر پریس کلب کے باہر

پی کے ایم ٹی کی جانب سے سیلاب، موسمی بحران اور ریاستی نااہلی کے خلاف احتجاج کیا گیا جس میں مردوں اور عورتوں نے شرکت کی۔ امدادی سامان کی تقسیم کے لیے ضلعی سطح پر کمیٹیاں تشکیل دی گئی اور ایک فارم کے ذریعہ پہلے اسسمنٹ کی گئی جس کی بنیاد پر مستحقین کو ضلع کے ممبران سے مشاورت کے بعد منتخب کر کے امداد تقسیم کی گئی۔

یکجہتی دورہ کی ویڈیو

اسلم چودھری کی رپورٹ کے بعد اجلاس کے شرکاء کو یکجہتی دورہ کی ویڈیو دکھائی گئی جس سے شرکاء کو سیلاب کی سنگینی اور موسمی بحران کی تباہ کاریوں کا حقیقی طور سے اندازہ ہوا اور انھوں نے سیلاب زدہ اضلاع سے آئے ہوئے ممبران کے ساتھ اظہار ہمدردی کے ساتھ ساتھ اظہار یکجہتی بھی کیا۔

سیلاب متاثرین کے لیے امدادی کام کی رپورٹ

گوہر امان

سیلاب متاثرین کے لیے امدادی کاموں کی رپورٹ روٹس فار ایکوٹی کے گوہر امان نے پیش کی جس میں راشن، مچھر دانی، رضائی، ہینڈ پمپ اور گندم کی بیج کی تقسیم کے حوالے سے تفصیل بتائی گئی۔

سیلاب کے دوران امدادی سرگرمیوں میں مسائل، چناؤ، امداد کی تقسیم

علی نواز جلبانی

پی کے ایم ٹی، گھوٹکی کے ممبر اور سابق صوبائی رابطہ کار علی نواز جلبانی نے کہا کہ سامراجی موسمی بحران سے جو تباہی آئی ہے اس میں پی کے ایم ٹی کی امدادی کاوشیں کسی سے کم نہیں ہیں۔ سیلاب زدہ علاقوں میں حالات یہ تھے کہ لوگوں کے پاس چولھا جلانے کے لیے لکڑیاں نہیں تھی۔ کھانے کے لیے اناج نہیں تھا اور سر چھپانے کے لیے گھر نہیں تھا۔ ہم نے دیکھا کہ کون زیادہ متاثر ہوا ہے پھر اس کے حساب سے امداد دی گئی۔ سب سے پہلے راشن کی تقسیم کی گئی۔ مچھروں سے جانور مر رہے تھے تو جانوروں کے حساب سے مچھر دانی دی گئی۔ بعد ازاں بیج بھی جانچ پڑتال کے بعد دیا گیا کیونکہ کسانوں کا بیج سیلاب میں بہہ گیا تھا یا

بارش کی وجہ سے خراب ہوگیا تھا۔ سیلاب متاثرین کی بحالی اور امدادی کارروائیوں میں تیزی لانے اور سرکار کی توجہ دلانے کے لیے گھوٹکی میں پریس کانفرنس بھی کی گئی۔

نور احمد

ٹنڈو محمد خان سے پی کے ایم ٹی کے ممبر اور ضلعی رابطہ کار نور احمد نے کہا کہ حالیہ سیلاب سے ٹنڈو بہت متاثر ہوا ہے۔ چاول، مرچ، پیاز اور کپاس کو نقصان ہوا ہے۔ قرض لے کر زمین زرخیز کی تھی اور فصل لگائی تھی۔ ایک طرف سیلاب سے فصلیں بھی تباہ ہوگئیں اور اوپر سے قرضہ بھی چڑھ گیا۔ دوسری طرف راشن ختم ہو گیا۔ وقت پر بارش ہو تو وہ قدرتی ہے لیکن اس طرح کی بے وقت اور بہت زیادہ بارش جو سیلاب کی صورت اختیار کر لے، قدرتی نہیں ہے۔ حکومت چاہتی ہے کہ لوگ مریں تا کہ ان کو امداد مل سکے۔ امدادی سرگرمیوں کے حوالے سے ٹنڈو محمد خان میں پی کے ایم ٹی نے کمیٹی بنائی اور حد ممکن کوشش کی کہ جو سب سے زیادہ مستحق ہے اس کو امداد دی جائے۔

حاکم گل

پی کے ایم ٹی، شکارپور کے ممبر حاکم گل نے کہا کہ لوگوں سے پوچھا، کس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے؟ ایک پروسیس کے تحت چیزیں تقسیم کی گئیں۔ فارم فل کیے گئے، کمیٹی بنائی گئی، ضرورت مند میں راشن، چھوٹی اور بڑی مچھر دانی تقسیم کی گئی اور آخر میں بیج کا کام کیا گیا۔ رضائی کے لیے الگ فارم فل کیے گئے۔ جس گھر میں مرد زیادہ تھے، کما رہے تھے ان کو رضائیاں نہیں دی گئیں۔ سب کام ایک طریقہ کار کے تحت بخوبی سر انجام پایا۔

محمد عظیم

پی کے ایم ٹی، خیر پور کے ممبر محمد عظیم نے کہا کہ ضلع خیر پور میں بارشوں اور سیلاب سے بہت نقصان ہوا۔ گاؤں کا دورہ کرنے کے لیے کمیٹی بنائی گئی تھی۔ گاؤں میں دو فٹ پانی کھڑا تھا۔ راشن کی شدید ضرورت تھی۔ سروے کیا گیا جو متاثرین تھے ان کے لیے رضائی اور راشن کا انتظام کیا گیا۔ہم کوئی بھی فیصلہ اکیلے نہیں کرتے تھے مل کے فیصلہ کرتے تھے۔گندم کی فصل کی کاشت کے لیے بیج بھی تقسیم کیا گیا۔

امدادی سرگرمیوں اور ضلعی سطح میں رابطہ کاری کے مسائل؛ تبادلہ خیال

خالد: کے پی کے میں بھی سیلاب آیا ہے مگر اتنا نقصان نہیں ہوا لیکن وہاں پی کے ایم ٹی کی کوئی قیادت یا ممبر نہیں پہنچے۔

طارق محمود: تباہی زیادہ سندھ میں ہوئی تھی۔ کے پی کے جو اضلاع زیادہ متاثر ہوئے ہیں وہ پی کے ایم ٹی کے ممبر نہیں ہیں۔ جہاں زیادہ ضرورت تھی وہاں زیادہ کام ہوا۔

عالیہ محسن: پی کے ایم ٹی کے کام پر فخر ہے۔ رضائیوں کا کام بہت پسند آیا ہے۔موجودہ صورت حال میں کپاس ختم ہو گئی ہے کیا پی کے ایم ٹی کپاس میں مدد کرسکتی ہے تاکہ عورتیں رضائیاں بنا سکیں اور اپنا روزگار کما سکیں۔

ڈاکٹر عذرا طلعت سعید: جب سیلاب کی خبریں آنا شروع ہوئیں تو راستے بند تھے۔ اس وجہ سے امدادی کارروائیوں میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ این جی او خود پیسہ کھا لیتی ہیں اور دوسری طرف گاؤں والے کہتے ہیں کہ این جی او سے جتنا لے سکتے ہو لے لو لیکن ہم این جی او نہیں ہے۔ ہم خیرات نہیں بانٹتے۔ این جی اوز کسی مسئلہ کا دائمی حل نہیں دیتیں۔ ہم سیاسی تحریک ہیں۔ لوگوں کو یہ بات سمجھنی چاہیے۔ باتیں بہت سی ہیں لیکن مقصد آپس میں توڑ نہیں ہے۔ ہمیں اپنی چیزوں کو صحیح کرنا ہے۔

امدادی سرگرمیوں کے لیے ہمارے دوستوں نے ذاتی حیثیت میں 45 لاکھ کی امداد کی جو ہم نے آپ تک پہنچا دی۔ ایک ایک پیسہ کا حساب رکھا گیا ہے جبکہ اس پیسہ کا ہمیں کسی کو حساب نہیں دینا، ماسوائے اپنے ضمیر کے۔

بختیار زیب: سندھ میں زیادہ نقصان ہوا ہے۔ ہمارے علاقے میں کچھ گھروں کی دیواریں گری تھیں سب لوگ اپنے گھروں میں تھے اور سامان بھی تھا۔ پی کے ایم ٹی سکریٹریٹ کی جانب سے جب ہم سے مدد کے حوالے سے معلوم کیا گیا تو ہم نے یہ کہہ کر منع کر دیا تھا کہ ہمارے ضلع میں امداد کی اتنی ضرورت نہیں ہے۔ہم نے سندھ کے بھائیوں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دی۔

ولی حیدر: لوگوں کی مدد کرنا پی کے ایم ٹی کا کام ہے۔ ان حالات میں جب زمین کم ہے تو پوچھا گیا کہ کیا یوریا ڈی اے پی استعمال کرنا چاہیے تاکہ پیداوار حاصل کرسکیں لیکن اسٹیئرنگ کمیٹی نے کہا کہ نہیں، ایسا نہیں کریں گے۔ پی کے ایم ٹی کے ممبر بغیر کوئی پیسے لیے سیلاب متاثرین کے پاس پہنچے ان تھک محنت کی، خلوص ایمانداری سے دن رات محنت کی جن میں حاکم اور عظیم شامل ہیں۔ وسائل کا انتظام ہو جاتا ہے لیکن لوگوں کا انتظام کرنا مشکل ہوتا ہے۔

تھیٹر

پہلے سیشن کے بعد پی کے ایم ٹی تھیٹر گروپ ''پکار'' نے ظہور جوئیہ کی تحریر و ہدایات میں تیار کیا جانا والا Interactive کھیل ''موسمی بحران کے زرعی شعبوں اور زرعی آبادیوں پر پڑنے والے اثرات خاص کر 2022 میں آنے والے سیلاب کے نتیجے میں چھوٹے اور بے زمین کسانوں کو درپیش مشکلات'' کی روشنی میں اجلاس کے شرکاء کے سامنے پیش کیا۔ کھیل کے آخری حصے میں شرکاء نے کھیل کا حصہ بن کر اپنی دلچسپی کا اظہار کیا۔

دوسرا سیشن:

سامراجی جنگیں اور عوام

جنگ اور سامراجیت کا پس منظر

ڈاکٹر عذرا طلعت سعید

روٹس فار ایکوٹی کی ڈاکٹر عذرا طلعت سعید نے کہا کہ جس زمانے میں ہم رہ رہے ہیں اس کو ہم سامراجیت کہہ رہے ہیں۔ سامراجیت کیا ہے؟ اب جو یہ سرمایہ دارانہ نظام ہے یہ سامراجیت کے تحت ہے۔ سامراجیت کے پانچ درجے ہوتے ہیں۔ اب ہم آخری درجہ پر پہنچ چکے ہیں۔ پہلا درجہ ارتکاز کا ہے۔ ایک جب دنیا بھر کی بڑی بڑی کمپنیاں ایک جگہ پر اکٹھے ہوتی ہیں۔ اس وقت صرف تین کمپنیاں بیج پر قابض ہیں۔ آج سے 10 سے 12 سال پہلے بیج کی تقریباً 15 سے 20 کمپنیاں تھیں۔ ان کو ہم ایگرو کیمیکل کمپنیاں کہتے ہیں یہ کمپنیاں یوریا، ڈی اے پی، کیمیائی ادویات اور زرعی کیمیکل تیار کرتی ہیں۔ اس کو کہتے ہیں ارتکاز یعنی بہت ساری کمپنیاں آپس میں ضم ہوتی رہتی ہیں۔ زرعی مداخل سے متعلق چار بڑی کمپنیاں ہیں جن میں سینجنٹا، بی اے ایس ایف کیمیکل کمپنی، کورٹیوا کمپنی، بائیر کمپنی رہ گئی ہیں۔ اس کے علاوہ تیل کی بھی چار بڑی کمپنیاں ہیں جو پوری دنیا پر حاوی ہیں جن میں شیل، بی پی، شیورون، ایزون موبل کمپنی ہیں۔ پہلے یہ سات کمپنیاں تھیں جن کو سات بہنیں بھی کہا جاتا تھا اب یہ بھی صرف چار ہی رہ گئی ہیں باقی ضم ہوگئی ہیں۔ یہ دنیا بھر کے تیل کی کمپنیوں پر حاوی ہیں۔ ان کمپنیوں کو اربوں ڈالر کا منافع حاصل ہوتا ہے۔ آج ہمارے گھروں میں بجلی نہیں، گیس کا بحران ہے، تیل اور باقی ساری چیزوں کے اخراجات کو ہم کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ بل زیادہ نہ آئیں۔ کیونکہ ہمارے لیے 10000 روپے سے 15000 روپے کے بجلی کے بل دینا ناممکن سی بات ہے۔ ان سب کا تعلق تیل سے ہے۔ اس کو کہتے ہیں ارتکاز۔

اس طرح نیسلے کمپنی ہے جو دودھ اور اس کی مصنوعات اور پانی پر حاوی ہے۔ اس کے علاوہ کوکا کولا کمپنی ہے۔ یہ وہ کمپنیاں ہیں جو بے تحاشہ منافع حاصل کر رہی ہیں۔ ان کمپنیوں کا سارا پیسہ کہاں پر ہیں؟ یہ کمپنیاں اپنا پیسہ بنک میں رکھتی ہیں۔ ان کارپوریشنز اس کام کو اتنا آسان کر دیا ہے کہ اب تو موبائل اکاؤنٹ بھی کھل گئے ہیں۔ یہ سرمایہ دار کمپنیاں دنیا کی بڑے بڑے بنکوں میں اپنا پیسہ رکھتی ہیں۔جس سے اب بنک بھی بہت طاقتور ہو گئے ہیں۔ ان بڑے بنکوں میں جی پی مارگن بھی ہے۔ زیادہ تر پیسہ امریکا اور یورپ کے بنکوں میں رکھا جاتا ہے۔

سرمایہ کار مزید سرمایہ کاری کرنے کے لیے فارماسوٹیکل کمپنیوں میں پیسہ لگاتے ہیں، میڈیا میں لگاتے ہیں، بینکوں میں لگاتے ہیں، ٹیکنیکل آلات بنانے والی کمپنیوں کے ساتھ ساتھ گاڑیوں دیگر انڈسٹری میں اپنا پیسہ لگاتے ہیں۔ اس سرمایہ کاری کے لیے یہ بڑی بڑی انڈسٹریاں بینکوں سے ہی پیسہ لیتی ہیں۔معیشت کا کنٹرول اب صنعتی شعبے سے بنکوں کی طرف آتا جارہا ہے۔ جو سرمایہ چاروں طرف پھیلاتے ہیں الگ الگ شعبوں میں لگاتے ہیں۔ اب پیسوں کا ارتکاز بینکوں کے ہاتھوں میں ہے۔ پیسوں کی رسائی کے لیے اے ٹی ایم ہے، موبائل اکاؤنٹ وغیرہ ہے اور اب تو عورتوں کے نام پر احساس پروگرام کارڈ کے ذریعے بھی پیسہ دیا جارہا ہے یہ سب ارتکاز کا تیسرا مرحلہ ہے۔

دوعورتیں دنیا کے امیر ترین بینکوں کو چلاتی ہیں۔ اس نظام میں پیسے کی آمد و رفت آسان ہوتی ہے۔ پیسے کو ملک میں آسانی سے لایا اور بھیجا جاسکتا ہے۔ ملک میں آسانی سے آ اور جاسکتا ہے۔جس سے سرمایہ دار کے لیے آسانی ہوتی ہے۔ اس کو سامراجیت کا چوتھا مرحلہ کہتے ہیں، یعنی پیسے کی آمد و رفت میں کوئی روک ٹوک نہ ہو۔ چونکہ ہمارے بنکوں میں پیسہ نہیں ہوتا اس لیے ہماری معیشت گرتی جاتی ہے۔

پانچواں مرحلہ نوآبادیات ہے، پاکستان میں دو طرح کے نظام ہیں ایک نیم سرمایہ داری اور دوسرا نیم سرمایہ دارانہ نظام۔ ہمارے ملک میں جاگیردار سیاستدان ہیں اور زمین پر قابض ہیں۔ مزدوروں کو اجرت نہیں دیتے اور یہی لوگ سرمایہ داروں کی حمایت کرتے ہیں۔ ان کے کھیت ہوتے ہیں لیکن مزدور کو اس کی مزدوری نہیں دیتے اور سرمایہ داری کی حمایت کرتے ہیں۔ سامراجیت کے آخری مرحلے کو نوآبادیات کہتے ہیں۔

امریکہ کی فوج پوری دنیا پر قابض ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ ان کے کیا مفادات ہیں؟ جو پوری دنیا میں موجود ہیں؟ ان کا مفاد تمام وسائل پر قابض ہونا مثلاً زمین، اناج، معدنیات، سونا، چاندی اور دیگر۔ اس کے علاوہ منڈی پر اختیار، سستا مزدور چاہیے۔ اگر آپ ان کے خلاف کھڑے ہوں گے تو آپ کو دہشت گرد کہیں گے۔ یہ حق کے لیے کھڑے ہونے والے کو دہشت گرد کہتے ہیں۔ امریکہ نے چھ راستے بنانے کی کوشش کی ہے تاکہ وسائل پر قبضہ کر سکے۔ سامراجیت کے آخری مرحلے میں ایک ملک نہیں رہتا مختلف ملک علاقوں کو اپنی گرفت میں کرنا چاہتے ہیں۔ سامراجیت میں امریکہ، چین اور روس ہیں، یہ ممالک دنیا کے وسائل پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

ایران نے امریکہ کو ماننے سے انکار کر دیا، ایران پر امریکہ نے پابندیاں لگا دیں، پابندی کے تحت ایران کے ساتھ تجارت نہیں کر سکتے۔ ہمیں ایران سے دوستی کرنی چاہیے کیونکہ وہ امریکہ کے خلاف ہے۔ ایران فلسطین کے ساتھ ہے۔ متحدہ عرب امارات امریکہ کے ساتھ ہیں۔ عرب امارات نے انہوں نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا ہے۔ امریکہ نے عراق، کویت پر حملہ کیا۔ یہ سامراجی جنگ تیل کی جنگ ہے۔ سامراجی ممالک تیل کے بغیر ایک دن بھی نہیں رہ سکتے۔ اندازے کے مطابق اب دنیا میں ایک سو سال کے، تیل کے ذخائر باقی رہ گئے ہیں۔

چین کی جنگ امریکہ سے ہے دونوں ممالک کو ذخائر چاہیے۔ دونوں ممالک منڈی، مزدور، تیل اور گیس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ بندرگاہیں اہم ترین وسائل میں سے ایک ہیں۔ جو پانی کے راستوں پر اختیار حاصل کر لیں گے وہ دنیا پر اپنا قبضہ حاصل کر لیں گے۔

دنیا میں 17 ایسے اجزاء ہیں جو کم مقدار میں پائی جاتی ہیں۔ جو جدید ٹیکنالوجی میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان اجزاء پر قابو پانے کے لیے سامراجیت آخری مراحل میں ہے۔ نیٹو 30 ممالک کی فوج ہے۔ سویت یونین کے خلاف تھی، اب روس کے خلاف ہے۔ امریکہ نے اب تک 95 بلین ڈالرز یوکرائن کو دے دیئے ہیں۔ نو آبادیات جنگ پر کھڑی ہے۔

امریکہ دنیا میں فوجی اتحاد بنا رہا ہے ایک نیٹو ہے۔ دوسرا چار ممالک امریکہ، بھارت، آسٹریلیا اور

جاپان کا اتحاد ہے کہ ایشیاء کی حفاظت کریں گے اور اپنی فوج اکٹھی کر رہے ہیں تا کہ چائنہ کو اندر آنے نہ دیں۔ ان میں مذہب، رنگ نسل، زبان اور عورت کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، یہ سب مسائل ہمارے ہاں ہیں۔ہم آپ میں لڑتے ہیں، ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ سامراج کیا کر رہا ہے اور ہم کیا کر رہے ہیں۔ ایک اور اتحاد آسٹریلیا، برطانیہ اور امریکہ کا ہے جن کو نقشہ میں دیکھا جائے تو ایک دوسرے سے بہت زیادہ فاصلہ رکھتے ہیں۔

ہمیں معلوم ہے یہ جنگ امریکہ اور چائنہ کے درمیان ہے۔ ایک 17 کلومیٹر کا جزیرہ ہے جس پر امریکہ کی فوج پورے مواصلات کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے۔ امریکہ کے 20 جگہوں پر ایسے جہاز ہیں جن کو پانی کے جہازوں سے اڑایا جاتا ہے اور یہ پوری دنیا کے اردگرد نظر رکھتے ہیں۔ پانی والے جہاز پانچ سال تک واپس بندرگاہ پر آئے بغیر گزارا کر سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ نو آبادیات قائم کرنے کے لیے کیا جارہا ہے تا کہ وہ ہمارے ملک سے جو وہ چاہیں اٹھا کر لے جائیں، ہمارے لوگوں کو بھوک سے مار دیں، ان کی زمینوں اور تمام وسائل پر قبضہ کر لیں۔ پچھلے 40 سالوں سے ہمارے خطے پر یہی ہو رہا ہے۔ وہ تنخواہیں نہ دیں، زمینوں پر قبضہ کر لیں ہمارے بچے بھوکے رہیں اور کوئی کچھ نہ کہہ سکے۔

1948 میں امریکہ کے ایک سرکاری افسر جارج کینن نے کہا تھا کہ ”میں بالکل سچ سچ دیانت داری سے کہنا چاہتا ہوں کہ امریکہ کی کل آبادی دنیا کی آبادی کے تناسب سے 6,3 فیصد ہے لیکن دنیا کے 50 فیصد وسائل پر ہمارا قبضہ ہے اور ہمارا کام ہے کہ اس قبضے کو قائم رکھیں“۔ اس کو سامراجیت کہتے ہیں۔ اگر ہم آج بھی نہیں سمجھیں گے تو پھر کب سمجھیں گے۔ہم ابھی ان سیاستدانوں کے پیچھے بھاگتے ہیں جو ان کے آلہ کار ہیں۔

ہمارے پاس دو راستے ہیں ایک چپ کر کے بیٹھے رہیں اور مر جائیں یا پھر مزاحمت کا راستہ اپنائیں۔ ایک خبر میں نے پڑھی کہ افغانستان میں لوگ اپنی بیٹیوں کو بیچ کر گھر کا راشن لا رہے ہیں۔ یہی اب ہمارے ساتھ بھی ہو گا، چائنہ کی آبادی میں 37 ملین مرد عورتوں کی نسبت زیادہ ہیں۔ ان کے مردوں کی شادی نہیں ہوتی، وہ دوسرے ممالک میں جا کر شادی کر کے لڑکیاں لا رہے ہیں۔ اب آپ سوچیں کہ ہمارے ملک کی سرحد بھی چائنہ سے ملتی ہے تو ہمارے ساتھ کیا ہو گا۔

صیہونی جنگ کے اثرات (فلسطین کی مثال)

رزان زائیٹر

پی کے ایم ٹی اور ڈاکٹر عذرا طلعت سعید کی گزارش پر عرب گروپ آف پروٹیکشن آف نیچر کی بورڈ آف ڈائرکٹرز کی سربراہ اور بین الاقوامی سطح کی سماجی و سیاسی حقوق کی سرگرم کارکن فلسطین سے تعلق رکھنے والی رزان زائیٹر نے ''صیہونی جنگ کے اثرات (فلسطین کی مثال)'' کے موضوع پر اپنا بیان ریکارڈ کر کے بھیجا جسے اجلاس میں چلایا گیا۔ اس تقریر کا اردو ترجمہ روٹس فار ایکوٹی کی فائزہ شاہد نے شرکاء کو پڑھ کو سنایا۔

پاکستان کسان مزدور تحریک کی سالانہ اجلاس سے رزان زائیٹر کے خطاب کا اردو ترجمہ:

اسلام علیکم!

فلسطین کے خلاف صیہونی جنگ پر پاکستان کسان مزدور تحریک کے سالانہ اجلاس میں خطاب کی دعوت ملنا میرے لیے ایک بڑے اعزاز کی بات ہے۔

میں اپنی بات کا آغاز پاکستان میں حالیہ ہولناک سیلاب کے دوران انسانی جانوں اور املاک کے نقصانات پر اپنی اور اپنی دوست تنظیموں یعنی عرب گروپ فار پروٹیکشن آف نیچر (اے پی این)، پیپلز کولیشن آن فوڈ سورنٹی (پی سی ایف ایس) اور عرب نیٹ ورک فار فوڈ سورنٹی (اے این ایف ایس) کی جانب سے شدید دکھ اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے اس حالیہ تباہی پر سامراجی دنیا کے دوہرے معیار کی مذمت کرتی ہوں۔ حالیہ سیلاب کے دوران امداد کی مد پاکستان کو صرف 100 ملین ڈالر ملے جبکہ یوکرین کو روس کے خلاف جنگ میں 94 بلین ڈالر ملے۔

روٹس فار ایکوٹی کی ہماری کامریڈ عذرا طلعت سعید نے عوام کے حقوق اور اس کے متعلق حقائق تلاش کرنے کے ہمارے مشن میں ہمیشہ حوصلہ افزائی کی ہے۔ پاکستان، افغانستان اور ایران سمیت خطے میں ہم مغربی سامراجی طاقتوں کے نشانے پر ہیں: ''تقسیم کرو اور فتح کرو'' کی حکمت عملی پر بہت طویل عرصے سے عملدرآمد کیا جا رہا ہے۔ سن 1907، لندن میں کیمبل بینر مین (Campbell Bannerman) کانفرنس کو پڑھیے جو برطانیہ، فرانس، ہالینڈ، بیلجیم، اسپین اور اٹلی کے مابین برطانوی وزیر اعظم سر ہنری کیمبل بینر مین کی سربراہی میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس کا مقصد ہم اس اقتباس سے سمجھ سکتے ہیں: ''یورپ کو پرانی (مشرقی) دنیا اور بحیرہ روم سے جوڑنے والے زمینی خطے کو آباد کر کے سوئز نہر کے قریب کے علاقوں میں ایک ایسی مضبوط انسانی ڈھال اور حفاظتی نظام قائم کرنا ہے جو اس خطے کے لوگوں کو کمزور اور یورپ کے مفادات کا تحفظ کرے''۔ اب یہ دستاویز برطانوی سرکاری آرکائیو سے غائب ہو گیا ہے۔ دس سال بعد یعنی سن 1917 میں ایک یہودی انگریز وزیر خارجہ بلفور (Bulfore) نے فلسطین یہودیوں کو دے دینے کا اعلان کیا تاکہ یہودی اپنا مبینہ وطن قائم کر سکیں۔ جبکہ فلسطین اس وقت برطانیہ کی نو آبادیات بھی نہیں تھا۔ لہذا برطانیہ نے اپنے زعم میں وہ خطہ جو کسی اور کا وطن ہے، کسی ایسے کو دینے کا فیصلہ کیا جو کسی طور بھی اس کا مستحق نہیں ہے۔ بلفور اعلان سے تقریباً 50 سال قبل ہی یعنی 1860 کی دہائی میں مغربی قونصل خانوں اور موجودہ سامراجی طاقتوں کی پچھلی پشتوں کی مدد سے یہودی مذہبی پیشواؤں نے فلسطین کا دورہ اور مطالعہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی جانب سے نسلی امتیاز پر مبنی ریاست اسرائیل کے خلاف اب تک 754 قراردادیں منظور ہو چکی ہیں جبکہ فلسطینیوں کے حق میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے 97 قراردادیں اور اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی کونسل نے 96 قراردادیں منظور کی ہیں۔ پچھلے 74 سال کے دوران مجموعی طور پر 947 قراردادیں منظور کی جا چکی ہیں مگر درحقیقت ان قراردادوں کی حیثیت اس کاغذ جتنی بھی نہیں ہیں جس پر اس قرارداد کا متن چھاپا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ اسرائیل کی نسلی امتیازی ریاست کی بنیاد عرب قوم کو تقسیم کرنے کے لیے رکھی گئی تھی۔

1917 کے اوائل سے، فلسطینی عوام نے اپنے وطن کے خلاف بالفور کے اعلان اور برطانیہ اور

صیہونی سازشوں کے خلاف جنگ جاری رکھی ہوئی ہے۔ برطانیہ نے یورپ سے دسیوں ہزار یہودی تارکین وطن کو فلسطین میں آباد کیا، ان کی تربیت کی اور ان کو اسلحہ فراہم کیا جبکہ فلسطینیوں کو اپنے اور اپنے وطن کے لیے مزاحمت اور حفاظت کرنے سے بھی زبردستی روک دیا گیا۔ ہم گواہ ہے کہ جہاں اسرائیل کو ہتھیاروں کے جہاز در جہاز دیئے جاتے ہیں وہاں فلسطینیوں کو ایک گولی رکھنے پر بھی پھانسی دی جاسکتی ہے۔

1920، 1921، 1929 اور 1936 میں متعدد فلسطینی بغاوتیں اور خونریز ہڑتالیں ہوئیں جو کہ عظیم تر فلسطینی انقلاب کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک ہڑتال تو 6 ماہ تک جاری رہی۔ لیگ آف نیشنز نے 1947 میں فلسطین کو تقسیم کر کے فلسطینی زمین کا 56,5 فیصد حصہ غیر مقامی اور تارکین وطن یہودیوں کو دے دینے کا فیصلہ کیا حالانکہ یہودیوں کے پاس اس وقت فلسطین کی صرف 7 فیصد زمین تھی اور اس کے باوجود کہ یورپ نے بڑی تعداد میں یہودیوں کو اپنے ملکوں سے نکال کر فلسطین میں آباد اور ان کی آبادکاری کے مراحل کو آسان بنانے میں بڑے پیمانے پر معاونت بھی کی، وہ پھر بھی فلسطین میں فلسطینیوں کی آبادی کے تناسب سے اقلیت میں تھے۔ سنہ 1948 میں فلسطین میں ایک جنگ چھڑ گئی جس میں عرب ممالک نے حصہ لیا لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ عرب ریاستیں براہ راست مغربی سیاسی کنٹرول میں تھیں۔ ستم ظریفی یہ تھی کہ ان عرب فوجوں کی فوجی قیادت ایک برطانوی افسر گلوب پاشا کے پاس تھی جو کہ اس وقت اردن کی فوج کے سربراہ تھے۔

فلسطین کے مسلمان، عیسائی اور یہودی (جو آبادی کا صرف 3 فیصد تھے) صیہونی سوچ کے آنے سے قبل 1,400 سال سے ایک ساتھ پرامن طریقے اور برابری کی حیثیت سے رہ رہے تھے لیکن پھر صیہونیت پر مبنی نسل پرستانہ نظریات نے فلسطین کو یہودیوں کے لیے ایک ریاست میں تبدیل کر دینے کا ارادہ ظاہر کیا جس نے وہاں سماجی تانے بانے تباہ کر دیئے۔ آج بھی اسرائیل کو امریکہ، برطانیہ، فرانس، ہالینڈ اور بعد ازاں جرمنی وغیرہ جیسی سامراجی طاقتوں کی حمایت حاصل ہے۔

صیہونیوں نے سینکڑوں کی تعداد میں قتل عام کیے جس میں 530 دیہات کو تباہ اور 7 لاکھ 50 ہزار سے زائد فلسطینی شہریوں کو اپنے وطن سے بے دخل کیا۔ صرف ڈیڑھ لاکھ افراد زندہ بچے جو قتل عام سے بچ کر فرار ہو سکے۔ تمام تر جرائم کے باوجود آج تک کی تاریخ میں فلسطینیوں کی تعداد تقریباً 70 لاکھ تک پہنچ چکی ہے جو

کہ اب بھی یہودیوں کی آبادی سے 4 لاکھ زیادہ ہے۔ یہ فلسطینی آبادی میں اضافہ کونسلی امتیاز اور تعصب پر مبنی ریاست اسرائیل اپنے لیے ایک بڑا خطرہ سمجھتی ہے، اسی لیے جانتے بوجھتے فلسطینی نسل کشی میں ملوث ہے۔ فلسطینی عوام نے الفتح تحریک کے ذریعہ 1965 میں ایک انقلابی تحریک کا آغاز کیا اور فلسطین کے اندر اور باہر بہت سے مسائل کا سامنا کیا۔ اسی موقع پر، پیلسٹائنیئن لبریشن آرگنائزیشن (پی ایل او) نے 1993 میں اوسلو معاہدہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ پھر 1995 میں اوسلو 2 میں شرکت کی جس کے تحت فلسطین میں پرامن طریقے سے دو ریاستی حل کا راستہ اختیار کیا گیا۔ اس معاہدہ کا ادراک کرنا، اس کو تسلیم کرنا اور اس پر عمل درآمد کرانے کی ضمانت امریکہ اور یورپ نے دی۔ مگر یہ ایک سراب ثابت ہوا۔ اوسلو معاہدے کے بعد مغربی کنارے کے وہ تمام علاقے جن پر 1967 کے بعد قبضہ کیا گیا تھا پر یہودی ۔ صیہونی آبادکاری میں چار گنا اضافہ ہوگیا اور ان کی تعداد 7 لاکھ 50 ہزار تک پہنچ گئی۔

اب خطے میں اس انتشار کے ساتھ فلسطینی عوام دو ریاستی حل سے پیچھے ہٹ کر ایک جمہوری ریاستی حل کی طرف جارہی ہے، جہاں صیہونی حکمرانی کو تباہ کرنے اور ہماری قوم کو آزاد کرانے کے بعد عوام کے تمام حلقے ہماری فلسطینی جمہوری ریاست کے تحت برابر کے شہری کی حیثیت سے رہ سکیں گے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہم مسلح جدوجہد سمیت انقلابی مزاحمت کے تمام تر طریقوں کو استعمال کررہے ہیں تاکہ ہم اپنے دیہاتوں اور زمینوں کا دفاع اور نسل پرست اسرائیلی فوج اور صیہونی ریاست کی مخالفت کرسکیں۔ ہم اے پی این میں یہ مزاحمت، سبز مزاحمت کے ذریعہ کررہے ہیں جس میں زیتون کے درختوں کو اس نعرے کے تحت دوبارہ لگایا جارہا ہے کہ ''وہ ایک درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیں گے تو ہم دس لگالیں گے''۔ یہ مہم اب بھی جاری ہے اور اس مہم کے تحت پہلے ہی تقریباً 30 لاکھ درخت لگا چکے ہیں۔ اسرائیلی قبضے کے خلاف ہماری اس مزاحمت کی پزیرائی تمام انسانی، بین الاقوامی، مذہبی، قدرت سے متعلق حقوق کے اداروں اور عالمی معاہدوں کی طرف سے کی جاتی ہے۔ فلسطین کو آزاد کرانا ہمیشہ سے فلسطینیوں، عربوں، مسلمانوں اور دنیا کے تمام امن پسند لوگوں کا مقصد رہا ہے۔

خطے میں موجودہ ترقی پسند مزاحمتی قوتیں مثلاً لبنان اور غزہ میں اسلامی مزاحمت کو ایران اور ہماری عوام کی حمایت حاصل ہے۔ فلسطینیوں کی بڑھتی ہوئی مزاحمت نے اب تنگ نظر تنظیمی، علاقائی، مذہبی، قبائلی اور

خاندانی وابستگیوں کو عبور کر کے ایک وسیع تر صحت مند قومی جدوجہد کا روپ دھار لیا ہے جو کہ بہتیری اور مشکل رکاوٹوں کے باوجود آگے بڑھ رہی ہے جس میں فلسطین کی سرکاری اتھارٹی کا اوسلو معاہدوں پر عمل درآمد شامل ہے۔ اسرائیل نے اوسلو معاہدے کا تناظر میں صرف زمینوں پر مزید قبضہ کرنے، لوگوں کو قتل کرنے اور ہمیں ہماری سرزمین سے نکالنے کے لیے کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لبنان اور غزہ میں ہونے والی مزاحمت اور ایران کو ایک شیطانی کردار میں پیش کیا جاتا ہے اور انہیں پابندیوں، پروپیگنڈے اور سازشوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ہم اس خطے میں پاکستان، ایران اور دیگر ممالک میں اپنے پیارے لوگوں کے اتحادی ہیں جو ہماری ثقافت، تاریخ اور امنگوں کا بہت بڑا حصہ ہیں۔ ہم سب ایک ہی دشمن کا نشانہ بن رہے ہیں جو کہ ہم سب کے لیے ایک سی حکمت عملی اور ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے۔ ہمارے لوگوں کے اندر موجودہ فرق کو اختلافات اور جھگڑے میں تبدیل کر کے فسادات کو جنم دے رہا ہے جس سے ہمارے اندرونی معاشرتی تانے بانے تباہ ہو رہے ہیں۔ یہ سب کچھ انہوں نے شام، عراق، ایران، لیبیا، سوڈان، لبنان اور یمن میں کیا ہے۔

ہمیں نہایت ہوشیار رہنا ہو گا کہ دشمن کے زہریلے ''تھنک ٹینک'' موجود ہیں جو ہماری سماجی اور مذہبی جداگانہ حیثیت، معیشت، ترقیاتی منصوبوں، نئی نسل کی امنگوں میں ہر کمزور زاویہ کا مطالعہ کر رہے ہیں تا کہ ہر قوم کے مختلف گروہوں (constituents) کے درمیان فرق اور اختلاف رائے سے موقع پرستی کے تحت فائدہ اٹھا کر اس کو تفریق اور تفرقہ بازی کو ہوا دینے کے ساتھ ساتھ دیگر ممالک کے درمیان جنگ کو بھڑکایا جاسکے۔ ہم دنیا کے تمام امن پسند لوگوں کے ساتھ اپنی فتح حاصل کرنے پر بہت پر اعتماد ہیں کیونکہ ہمیں پورا یقین ہے کہ کل سورج چمکے گا۔ ہم آزاد فلسطین میں آپ کا خیر مقدم کرنے کے منتظر ہیں۔

ہم اس مزاحمت میں ساتھ ہیں۔ لال سلام

جنگ اور عورت

عروج کنول

سامراجی نظام استحصال اور ظلم کے سر پر کھڑا ہے۔ ہمارے معاشرتی نظام میں مزدور محنت کے باوجود بھی بھوک کا شکار ہے۔ پدرشاہی نظام میں ہمارے ذہن میں صرف مرد کا حلقہ آتا ہے لیکن یہ اٹل حقیقت ہے کہ عورت بھی اُتنا ہی کام کرتی ہے جتنا مرد کرتے ہیں۔ چاہے نظام کوئی بھی ہو جاگیرداری پر مبنی ہو یا سرمایہ داری پر ہو سامراجی استحصالی قبضے کے نتیجے میں دو طرح کی جنگیں ہوتی ہیں۔

ایک سامراجی جارحیت کے نتیجے میں جنگ ہوتی ہے جس میں سامراجی طاقتیں ایک دوسرے سے لڑتیں ہیں۔ یہ ایک دوسرے ممالک کی زمینوں پر یا سمندروں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ دوسری جنگ عوام کی طرف سے آتی ہے اگر ذلت، غربت، بھوک سے نجات حاصل کرنی ہے تو عوام کے پاس اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے کہ وہ سامراجی نظام کے خلاف کھڑے ہو جائیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس عورت میں عورت کی جنگ کہاں ہے ؟یعنی پدرشاہی ہومردوں کا نظام ہے۔ پدرشاہی نے عورت کو آج تک نہ تو صحیح معنوں میں مزدور مانا ہے اور نا ہی کسان، لیکن محنت تو وہ بھی کرتی ہے۔ظلم اور استحصال وہ بھی برداشت کرتی ہے۔ یہ عام روش ہے کہ جب جنگ کا ذکر آتا ہے تو اعداد وشمار پر جنگ کے اثر کا بڑھ چڑھ کر ذکر کرتے ہیں یعنی جب جنگ کا ذکر آتا ہے تو عورتوں کے کردار پر بحث تو کی جاتی ہے لیکن اُنہیں آگے جانے کے مواقع فراہم نہیں کیا جاتا۔لیکن عورت مزدور کو چاہیے کہ وہ متاثرین کا لبادہ پہننے سے انکار کر دیں۔ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ وسائل، ماحول، روزگار پر رسائی حاصل کرے اور سامراج اور منڈیوں کو آزاد کرنے میں آگے بڑھ کر حصہ لے۔ یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے کہ ہمیں تاریخ میں عوامی جنگوں میں اور انقلابی جنگوں میں عورتوں کی شمولیت کی بھرپور مثالیں ملتی ہیں۔فلسطین ہو، کشمیر ہو، نیپال ہو، یا فلپائن۔ تیسری دنیا کے ممالک جہاں پر نوآبادیات وہاں پر عورتوں کی جنگ کی یقینی موجودگی ہے۔ نیپال میں دس سال عوامی جدوجہد رہی جس میں عورتوں کا کردار بہت

اہم تھا۔عوامی جنگ میں عورت کارکن کئی طرح کی ذمہ داری سنبھالتی ہے وہ لڑنے کے علاوہ دیگر بھی کام کرتی ہے جیسے کھانا پکانا، سیاسی تعلیم دینا، کپڑوں کی ذمہ داری ہے وغیرہ۔ایک طرف سامراج کے خلاف عورت کو آگے نہیں لائیں گے تو عورت کمزور ہو جائے گی یعنی وہ بے بسی کا شکار ہو جائے گی خوف کا شکار ہو جائے گی۔اس طرح خطرے کے مقابلے میں نہیں لڑ سکے گی۔عورت کو اپنے طاقت پر اشتراکیت پر مبنی معاشرے پر یقین کرتے ہوئے سامراج کے خلاف اپنے نمایاں کردار کے لیے تیاری کرنی ہوگی۔ یقیناً عورت کے لیے سیاسی تعلیم حاصل کرنے اور دوسروں کو سیاسی تعلیم کرنا اس کی اہم ذمہ داریوں میں سے ایک ہے۔سامراج کے خلاف اپنے کردار کی تیاری کرنا ہوگی۔ اپنی اور اپنی آبادیوں کی حفاظت کی ذمہ داری پوری کرنا ہوگی۔

اسلحہ کی کمپنیاں: حقائق

مجتبیٰ زیدی

روٹس فار ایکوٹی کے مجتبیٰ زیدی نے اپنے موضوع اسلحہ کی کمپنیاں اور حقائق پر اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ پچھلی تقریر میں آپ نے دنیا میں ہونے والی جنگوں، اسلحہ بارود اور جنگی مشینری کے بارے میں سنا۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ اسلحہ بارود جو دنیا میں اس وقت موجود ہے، کہاں سے آرہا ہے؟ کون بنا رہا ہے اور کیوں بنا رہا ہے؟ اس کے بنانے کا فائدہ کیا ہے؟ ایک چیز جس سے انسانی جان ضائع ہو رہی ہے وہ چیز کیوں بن رہی ہے؟ اور اس کے بننے سے فائدہ کس کو ہو رہا ہے؟ ان سوالوں کا جواب پانے کے لیے ہمیں ملٹری انڈسٹریل کمپلیکس (Military Industrial Complex, MIC) کو سمجھنا پڑیگا۔ MIC یعنی فوجی صنعتی گٹھ جوڑ سے مراد ''کسی بھی ریاست کے محکمے دفاع اور وہاں کی سرکاری فوج (واضح رہے کہ دنیا بھر میں کئی نجی یا کمپنیوں کی پرائیوٹ افواج بھی موجود ہیں جو کہ کرایہ کے فوجیوں کی حیثیت سے دنیا بھر جنگ و جدل کرتی پھرتی ہیں) کا جنگی ہتھیار بنانے اور ہتھیار بیچنے والی کمپنیوں اور اداروں کے ساتھ گٹھ جوڑ۔اس گٹھ جوڑ کا ہدف زیادہ سے زیادہ ہتھیار بیچنے، ہتھیاروں کی تجارت اور اس سے زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کے لیے

پالیسی سازی، پالیسیوں میں تبدیلی اور دنیا میں جنگی ماحول بنانے اور قائم رکھنے کی ترکیب اور اس کا اطلاق''۔

کسی بھی ریاست کے محکمہ دفاع اور وہاں کی سرکاری فوج کا جنگی ہتھیار بنانے والی فیکٹریوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کا مقصد زیادہ سے زیادہ ہتھیار بیچنے کا ہدف پورا کرنا ہوتا ہے۔سرکاری ادارے اور کمپنیاں آپس میں معاہدے کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ اسلحہ بنا کر ان کو فروخت کرنا ہے۔اس فروخت کی مانگ کو برقرار رکھنے کے لیے جنگیں کراتی رہتی ہیں۔جنگی ماحول کو برقرار رکھنے کے لیے پالیسیاں بناتی ہیں اور قانون میں تبدیلیاں لاتی ہیں۔ یہ سب کام، عمل یا سازش MIC ہے۔یاد رکھیے ''جنگ خود ایک منافع بخش کاروبار ہے''۔

2022 میں دنیا کی 10 بڑی اسلحہ کی کمپنیوں (بمعہ آمدنی/ریوینیو) میں لاک ہیڈ مارٹن (60 ارب ڈالر)، ریتھیون ٹیکنالوجی (45 ارب ڈالر)، بوئنگ (42 ارب ڈالر)، نارتھ روپ گرومین (30 ارب ڈالر)، جنرل ڈائینامکس (30 ارب ڈالر)، بی اے ای سسٹم (26 ارب ڈالر)، نار ان کو (18 ارب ڈالر)، اے وی آئی سی (17 ارب ڈالر)، ایل 3 ہارس (15 ارب ڈالر) اور لیونارڈو (12 ارب ڈالر) شامل ہیں۔

لاک ہیڈ مارٹن وہ کمپنی ہے جو F16 طیارے بناتی ہے۔ پھر امریکہ اس طیارے کو بیچنے کے دیگر ممالک سے جیسے کہ پاکستان سے معاہدے کرتی ہے۔ یہاں پر ایک بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ امریکی محکمہ دفاع نے 2022 کے سیلاب کے تناظر میں پاکستان کی فوج کو 450 ملین ڈالر کی فوجی امداد F-16 جنگی طیاروں کی مد میں دی۔ واضح رہے کہ امریکی محکمہ دفاع کے افسران پاکستان کے سیلابی علاقوں کا دورہ کرنے آئے تھے۔ یہاں 2 سوال کھڑے ہوتے ہیں ایک امریکی محکمہ دفاع کا سیلابی علاقوں کا دورہ کرنے کا کیا منطق بنتی ہے اور دوسرا یہ کہ سیلاب کی امداد کے نام پر فوجی طیاروں کی مد میں پاکستانی فوج کو دی گئی فوجی امداد کی کیا تک بنتی ہے کہ ''پاکستان میں جب سیلاب آیا تو امریکی محکمہ دفاع نے پاکستانی فوج کو 450 ملین ڈالرز کی دفاعی امداد دی''۔

2018 اور 2022 میں اسلحہ کی کمپنیوں اور اسلحے کی فروخت کا موازنہ کیا جائے تو 2018 کی 25 بڑی کمپنیوں کی اسلحہ کی فروخت 270 ارب ڈالرز سے زیادہ تھی۔ ان 25 بڑی کمپنیوں میں سے 13 کمپنیاں امریکہ کی (180 ارب ڈالر کا ریوینیو)، 7 کمپنیاں یورپ کی (64 ارب ڈالر کا ریوینیو)، 4

کمپنیاں روس کی (23 ارب ڈالر کا ریوینیو)، اور ایک کمپنی جاپان (4 ارب ڈالر کا ریوینیو) کی تھی۔یعنی کہ 25 کمپنیوں میں سے 21 کمپنیاں یا تو امریکہ یا اس کے اتحادیوں کی تھی جن کا 2018 کا مجموعی ریوینیو 248 ارب ڈالر تھا۔

اب اگر 2022 کی اسلحہ کی صرف 10 بڑی کمپنیوں کی بات کی جائے تو ان کا اسلحہ کی فروخت سے حاصل ہونے والا ریوینیو 297 ارب ڈالر کا تھا۔ان دس بڑی اسلحہ کی کمپنیوں میں سے 6 کمپنیاں امریکہ کی (225 ارب ڈالر کا ریوینیو)، 2 کمپنیاں یورپ کی (38 ارب ڈالر کا ریوینیو)،اور 2 کمپنیاں چین کی (34 ارب ڈالر کا ریوینیو) ہیں۔

اسلحہ کی برآمدات کے اعداد و شمار پر اگر نظر ڈالی جائے تو 2016-2012 کے درمیان اسلحہ برآمد کرنے والے دس بڑے ممالک (امریکہ، روس، فرانس، چین، جرمنی، اٹلی، برطانیہ، جنوبی کوریا، اسپین، اور اسرائیل) کا اسلحہ کی کل برآمد میں 87 فیصد حصہ تھا جس میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا اسلحہ کی برآمد میں حصہ تقریباً 56 فیصد تھا جبکہ ان دس ممالک میں سے وہ ممالک جو امریکہ کے اتحادی نہیں ہیں ان حصہ تقریباً 30 فیصد تھا۔ باقی پوری دنیا کا کل ملا کر 13 فیصد اسلحہ کی برآمد میں حصہ تھا۔ 2017 سے 2021 کے درمیان ہونے والی اسلحہ کی برآمد میں ان دس ممالک کے اعتبار سے امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک کا حصہ تقریباً 65 فیصد تھا اور وہ ممالک جو امریکی گروہ کا حصہ نہیں ہیں ان کا حصہ 26 فیصد تھا۔ باقی پوری دنیا کا اسلحہ کی برآمد میں تقریباً 8 فیصد حصہ تھا۔

ان اعداد و شمار سے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی جارحیت واضح ہوتی ہے کہ اسلحہ کے کاروبار سے کس کو سب سے زیادہ سے فائدہ ہو رہا ہے۔ اسلحہ بنانے اور اس کی تجارت کرنے میں امریکہ ہی سب سے آگے ہیں۔ 16-2012 اور 2021-2017 کے دوران اسلحہ کی برآمد میں امریکہ 14 فیصد، فرانس 59 فیصد، اٹلی 16 فیصد، اسرائیل 177 فیصد، اور اسپین 10 فیصد کا اضافہ ہوا۔

اسلحہ خریدنے والے دس بڑے ممالک میں بھارت، سعودی عرب، مصر، آسٹریلیا، چین، قطر، جنوبی کوریا، پاکستان، متحدہ عرب امارات، اور جاپان شامل ہیں۔سعودی عرب، قطر، متحدہ عرب امارات اور

جاپان امریکی اسلحے کے سب سے بڑے خریدار ہیں۔سعودی عرب اپنا 82 فیصد اسلحہ امریکہ سے خریدتا ہے جبکہ اس کے پاس اپنی اتنی بڑی اور ماہر فوج بھی نہیں ہے جو اس اسلحے اور جنگی مشینری کو استعمال کر سکے۔پچھلی دنوں کی ایک خبر کے مطابق سعودی عرب اپنے جنگی جہاز اڑانے کے لیے پاکستان سے فوجی پائیلٹ بلوائے تھے۔ بھارت چونکہ اسلحہ درآمد کرنے والے ممالک میں پہلے نمبر ہے اس لیے یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ اس اسلحے کو استعمال کرنے کی اہلیت بھارت کے پاس موجود ہے جبکہ سعودی عرب کے پاس نہیں ہے۔اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سعودی عرب جیسے ممالک محض امریکی اسلحے کی صنعت کو بام دینے کے لیے اس سے اسلحہ خریدتے ہیں۔ دوسری اہم بات ایک ہی خطے کے مفادات سے جڑے ہونے کی بھی ہے۔جیسے پاکستان نے 72 فیصد اسلحہ چین سے خریدا ہے تو واضح رہے کہ دونوں پڑوسی ممالک ہیں جبکہ سعودی عرب، قطر، متحدہ امارات اور جاپان امریکہ کے پڑوسی ممالک ہونا تو درکنار ایک خطے کے بھی نہیں ہے۔

2019 کے اعداد و شمار کے مطابق فوجی اخراجات کرنے والے دنیا کے دس بڑے ممالک میں امریکہ تقریباً 732 ارب ڈالر، چین تقریباً 260 ارب ڈالر، بھارت تقریباً 70 ارب ڈالر، روس تقریباً 65 ارب ڈالر، سعودی عرب تقریباً 62 ارب ڈالر، فرانس تقریباً 50 ارب ڈالر، جرمنی تقریباً 49 ارب ڈالر، برطانیہ تقریباً 49 ارب ڈالر، جاپان تقریباً 48 ارب ڈالر اور جنوبی کوریا تقریباً 44 ارب ڈالر شامل ہیں جبکہ باقی ماندہ پوری دنیا کا تقریباً 438 ارب ڈالر کے فوجی اخراجات تھے۔

مجتبیٰ زیدی نے مزید کہا کہ امریکہ کی جنگی تاریخ بہت بڑی ہے۔وہ جنگیں اور لڑائیاں جس میں امریکہ کی مداخلت رہی ان میں سے چند معرکوں میں جنگ عظیم اول، جنگ عظیم دوئم، سرد جنگ کے دوران عسکری و سیاسی جھڑپیں، کوریا جنگ، ویتنام جنگ، افغان جنگ (1980 کی دہائی)، عراق جنگ، گلف جنگ، کیوبا جنگ، دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر عسکری حملے اور افغانستان اور عراق پر حملے کے ساتھ ساتھ دنیا کے کئی اور مقامات پر جنگی صورتحال بنائے رکھنے اور مشرق وسطیٰ اور یوکرائن میں جنگی مداخلت شامل ہے۔اس کے علاوہ ہیروشیما، ناگاساکی پر ایٹمی حملہ اور ویت نام جنگ میں کیمیائی ہتھیار اور ایجنٹ اورنج کا حملہ کیا۔امریکہ اب اپنی جنگوں میں کیمیائی اور حیاتیاتی ہتھیاروں کا استعمال کر رہا ہے جن کے استعمال سے صرف موجودہ آبادی

ہی تباہ نہیں ہوتی بلکہ آنے والی آئندہ کی کئی نسلیں بھی متاثر ہوتی ہیں۔

ان ہتھیاروں کے فروخت سے منافع دیکھا جائے تو صرف ہاتھ سے چلانے والے پستول جو کہ ایک چھوٹا ہتھیار ہے اس کی فروخت سے 2016 میں امریکی معیشت میں 51 ارب ڈالرز کا اضافہ ہوا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بڑے جنگی ہتھیاروں کی فروخت سے ان کو کتنا منافع ہوتا ہوگا۔

جنگی جارحیت اور مزاحمت

آصف خان

پی کے ایم ٹی ہری پور کے رہنما آصف خان نے کہا کہ سرمایہ دار، جاگیردار، سامراج بہت ظالم ہے، ان کے پاس ڈالر ہیں، ان کے پاس مشینیں ہیں ان کے پاس اسلحہ ہے، جہاز میں آبدوز ہے۔ یہ ہمارے ڈرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ ان سے نفرت کے لیے اور ان سے لڑنے کے لیے ہم نے سارا ڈیٹا پیش کیا اور یہ حقیقت ہے۔جتنی باتیں سنی، سامراج کے پاس طاقت ہے، دولت ہے اسلحہ ہے فوج ہے وسائل ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ان کے پاس یہ طاقت، دولت کہاں سے آئی؟ پہلے تو فیصلہ کرنا ہے ہم کون ہیں؟ ہمارا طبقہ کیا ہے؟ ہم محنت کش ہیں، ہم کسان ہیں، ہم مزدور ہیں، ہماری تعداد دنیا میں 7,9 ارب ہے۔ ایک طبقہ اور ہے، وہ جابر طبقہ ہے۔ وہ سرمایہ دار ہے وہ جاگیردار ہے وہ سامراج ہے۔ ان کی تعداد مٹھی بھر ہے، دنیا کے 80 فیصد وسائل اس کے اختیار میں ہیں، فیصلہ سازی پر بھی اسی کا اختیار ہے، ان کے کارخانے چلتے ہیں۔

ان کے ٹینک اسلحہ کون بناتا ہے؟ یہ سب کچھ ہم بناتے ہیں، دنیا کی ساری پیداوار ہم کسان مزدور کرتے ہیں وہ ان میں سے ایک چیز بنا کر دکھائیں۔ جن حالات میں ہم زندگی گزارتے ہیں وہ ایک دن گزار کے دکھائیں، ہم سارا دن سخت دھوپ میں کام کرتے ہیں وہ ایک منٹ ایسا کر کے دکھائیں۔ سیلاب کے دنوں اور سیلاب کے بعد جس جگہ اور جن حالات میں ہم رہ رہے ہیں وہ ایک گھنٹہ رہ کر دکھائیں۔

غرض ہم دنیا میں ہر شئے بناتے ہیں اور پیدا کرتے ہیں خوراک بھی ہم پیدا کرتے ہیں، پھر بھی ہم کمزور کیوں ہیں؟ ایک عظیم مزدور دوست رہنما کا قول ہے کہ جس طبقہ کا معاش پر اختیار ہے۔ پیداوار اور پیداواری وسائل پر اختیار ہے اسی طبقہ کا فیصلہ سازی پر بھی اختیار ہے یعنی موجودہ پیداواری نظام میں پیداوار اور پیداواری وسائل پر جابر طبقہ کا اختیار ہے، سرمایہ دار کا اختیار ہے، سامراج کا اختیار ہے۔

پیداواری وسائل اور پیداوار ان کے پاس کہاں سے آئی؟

1۔ نوآبادیات کے زمانے سے،

2۔ اس سے پہلے غلاموں کی تجارت سے،

3۔ مزدوروں کے استحصال سے،

4۔ وسائل کے استحصال سے،

5۔ منڈی پر قبضہ سے۔

اس غلبہ کو کیسے برقرار رکھا جاتا ہے؟

1۔ ریاست کے ذریعے،

2۔ اشرافیہ کے ذریعے، پارلیمنٹ اور حکمرانوں کے ذریعے، قانون سازی کے ذریعے، فوج اور پولیس کے ذریعے، عدلیہ کے ذریعہ، فاشزم کے ذریعے (عوام کو محنت کشوں کو آپس میں زبان، مذہب، زات، رنگ جنس کی بنیاد پر تقسیم کیا جاتا ہے، تفریق پیدا کی جاتی ہے لڑایا جاتا ہے)۔

جنگ کے ذریعے معاشی بحران کو دور کرنے کے لیے اور وسائل پر قبضہ کرنے کے لیے جنگ اور جنگی حالات پیدا کیے جاتے ہیں۔ اب بات کروں گا جنگیں دو طرح کی ہیں۔ ایک جنگ ناگزیر ہے ہم پر لازم ہے۔ دوسری طرح کی جنگ کی ہم بھرپور مذمت کرتے ہیں۔ یہ جنگ سامراج اور سرمایہ دار نے اپنے وجود، نجی ملکیت، معاشی اجارہ داری کو اپنے قبضے میں کرنے کے لیے کیں ہیں، پہلی جنگ عظیم، دوسری جنگ عظیم میں لاکھوں لوگ لقمہ اجل بن گئے، جاپان پر ایٹم بم گرایا گیا، عراق، افغانستان، شام، یمن، فلسطین، کشمیر اور یوکرین میں

کیا ہو رہا ہے؟ آج اگر ہم سمجھ لیں ہمارے مخالف طاقتور ہیں ہم کچھ نہیں کر سکتے تو میرے نزدیک یہ گناہ ہوگا۔ میں نے پہلے کہا ایک جنگ ہمارے لیے ناگزیر ہے اور اس سے پہلے بھی ہمارے بڑوں نے لڑیں ہیں مثلاً انقلاب فرانس پریس کمیون، چین میں اور روس میں کسانوں اور مزدوروں کا انقلاب ہم زمانے غلامی سے نکل کر آج کے سرمایہ دارانہ پیداواری نظام تک کیسے پہنچے؟ لڑکر پہنچے، اپنا خون دے کر پہنچے۔

میرا ایمان ہے سامراجیت اور سرمایہ داری کے ہوتے ہوئے جنگیں رک نہیں سکتی ر امن ناممکن ہے۔ ان کے لیے جنگ ضروری ہے، ان کو مزید مضبوط کرتی ہے، فائدہ دیتی ہے۔ اگر ہم نے دنیا میں جنگیں روکنی ہیں تو ایک جنگ ہم پر لازم ہے۔ طبقاتی نظام کے خاتمے کی جنگ، وسائل اور فیصلہ سازی پر مزدور طبقہ کے اختیار کی جنگ، ایک ایسی جنگ جو سامراج، سرمایہ دار، جاگیردار کو نیست و نابود کر دے، یہ جنگ محنت کش طبقہ نے لڑنی ہے۔ یہ جنگ ہمارے لیے راہ نجات ہوگی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دنیا امن کا گہوارہ بن جائے گی۔ مسلح جدوجہد زندہ باد، انقلاب زندہ باد۔

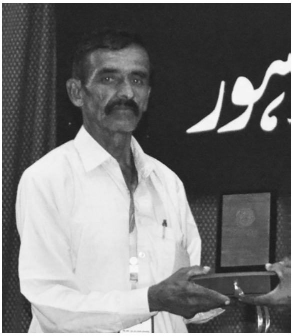

یکجہتی رات و تقسیم ایوارڈ

پاکستان کسان مزدور تحریک کے ممبران اور دوستوں نے یکجہتی رات منائی۔ جس میں تمام اضلاع سے آئے ہوئے ممبران نے روایتی رقص، گیت اور ناٹک پیش کیے۔ پروگرام کے دوران پی کے ایم ٹی کی بنائی گئی ڈاکومنٹری ''پاکستانی مال مویشی اور دودھ کا شعبہ: پنجاب کی کسان عورت کی طبقاتی جدوجہد'' بھی شرکاء کو دکھائی گئی۔ اس پروگرام کے اختتام پر سیلاب سے متاثرہ اضلاع میں پی کے ایم ٹی کی طرف سے امدادی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے ممبران محمد شریف، شاہین مہر، علی نواز، علی گوہر، حاکم علی، علی گل، محمد برکت، محمد حیات، محمد جعفر، محمد بشیر، ضمیر حسین، محمد قبول، محمد عظیم اور امام الدین کو موسمی انصاف ایوارڈ دے کر ان کی حوصلہ افزائی کی گئی۔

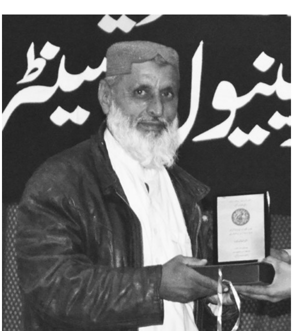

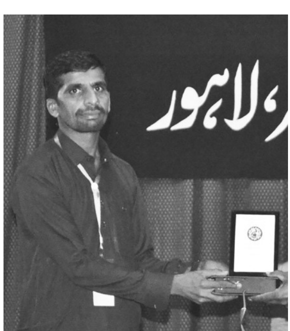

تیسرا سیشن:

فاشزم اور سامراجیت

جنگ فاشزم کیا ہے؟

ڈاکٹر عذرا طلعت سعید

روٹس فار ایکوٹی کی ڈاکٹر عذرا طلعت سعید نے کہا کہ فاشزم کیا ہے؟ فاشزم کون کرتا ہے؟ فاشزم سرمایہ دار و سرمایہ کار طبقے کی ایک بہت امیر ترین اقلیت کرتی ہے۔ سارے سرمایہ دار سارے سرمایہ کار اس اثر رسوخ نہیں رکھتے۔ وہ اشرافیہ جن کے پاس اربوں، کھربوں ڈالر پڑے ہیں یعنی ان کے پاس اتنا پیسہ ہے جس کی گنتی نہیں کی جا سکتی۔ آپ سب کے علم میں ہو گا کہ 2020 میں کورونا وائرس جب عروج پر تھا اس وقت پوری دنیا میں لاکھوں لوگ متاثر ہوئے۔ ہر روز کئی ہزار لوگ اس وباء سے مرتے تھے۔ اس وقت تین ارب پتی کروڑوں روپے خرچ کر کے الگ الگ خلائی طیاروں میں دو سے تین گھنٹے کے لیے فضا میں سیر و تفریح کی غرض سے گئے تھے۔ ان کے پاس اتنی دولت تھی کہ دنیا کو دکھانے کے لیے ایسا کیا گیا۔ اسی طرح ہمارے یہاں بھی دولت کی نمائش کی جاتی ہے مہنگی گاڑیاں یا گھڑیاں خرید کر، یا شادی میں لاکھوں روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ ایک ''اقلیتی طبقہ'' ہے یعنی دنیا کی آبادی کا محض ایک فیصد کا ہیں، جو سرمایہ دار، سرمایہ کار، اور بہت ہی امیر ترین طبقہ ہے۔ یہ اپنی اپنی ریاستوں میں ایک مرکزی، سیاسی اور معاشی اتھارٹی قائم کر لیتے ہیں۔ ریاست کو اپنے قابو میں کر لیتے ہیں اور رسمی جمہوریت کو ختم کر دیتے ہیں۔

رسمی جمہوریت کیا ہے مثال کے طور پر ہم سب یہاں پر الگ الگ مذہب، زبان، جنس یعنی مرد و عورت، الگ الگ سوچ رکھنے والے اور مختلف علاقوں کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کو قبول کرتے ہیں، آپس میں محبت کرتے ہیں، یہ جڑت کا نتیجہ ہے۔ ہمیں اس ''چیز''' کی اجازت ہے کہ ہم ''یہ'' کر سکتے ہیں اس کو جمہوریت کہتے ہیں۔ جہاں پر عوام کو آزادی ہے کہ وہ کھل کر بول سکتے ہیں۔ ہمارے ملک میں

عوام کو بولنے کی اجازت نہیں لیکن اس کمرے ایک جمہوریت ہے کہ کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں۔ رسمی جمہوریت کو فاشزم ختم کرتا ہے جو اپنی سوچ سے مختلف بات کو برداشت نہیں کرتا۔ ہمارے معاشرے میں اگر لڑکیاں تھوڑا اچھا کپڑا پہنتی ہیں تو ان پر فوراً بد کرداری کا الزام لگایا جاتا ہے۔یعنی جو اپنی سوچ سے دوسرے کی سوچ کو برداشت نہ کرے، اور اس سے مختلف سوچ کا خاتمہ چاہنے لگے، یہ فاشزم کی ایک خاص عنصر ہیں۔ اس کے علاوہ یہ اپنی بات مسلح یا طاقت کے زور پر منواتے ہیں اگر بات نہیں سنیں گے تو آپ کو مار دیں گے۔ اپنے سے الگ شناخت والے کو مار دیتے ہیں۔ اس کی بہت ساری مثالیں ملک میں اور ملک سے باہر بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ جب وہ اپنے دشمنوں کی شناخت کر لیتے ہیں تب وہ ان کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ فاشزم کا مقصد کیا ہے کہ ایک مخصوص گروہ کو ختم کر دیا جائے۔ وہ ایسا معاشرہ چاہتے ہیں جو ''ان'' کی نظر میں صحیح ہو۔ جمہوری معاشرے میں ہر کسی کو بولنے کا حق ہوتا ہے۔مثال کے طور پر آپ ملک کے کسی بھی سیاسی جماعت کو ووٹ دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کچھ بہتر کرسکتا ہے لیکن آپ نے یہ سوچ لیا کہ میری نظر صحیح ہے اور سامنے والا غلط ہے، اور غلط کو اس طرح نا برداشت کرنا کہ انہیں جان سے مار دینا یہ فاشزم ہے۔ فاشسٹ ایسے معاشرے کی تعمیر چاہتے ہیں جو اُن کی نظر میں صحیح ہو۔ وہ دوسرے کردار کو بالکل بھی برداشت نہیں کرتے۔ آپ کو پاکستان میں بہت ساری مثالیں نظر آئیں گی، اب پاکستان کا معاشرہ ایک حد تک ایسا ہو چکا ہے۔

فاشزم خاص کر کے ''اعلیٰ نسل'' کا تعصب بہت رکھتا ہے۔ یہ نسلی تعصب سے بھرپور ہوتا ہے کہ ان کی نسل اچھی ہے، ان کی قوم اچھی ہے باقی قوم صحیح نہیں! نسل اور قومی تعصب فاشزم کی خاصیت ہوتی ہے۔مثال کے طور پر اگر کسی جگہ کوئی ایک زبان بولنے والا گروہ بیٹھا ہے اور وہاں پر کوئی دوسری زبان بولنے والا شخص آجائے، تو اُسے برداشت نہیں کریں گے۔ اس حد تک ایک دوسرے کو تنگ کریں گے کہ اگلا اُن سے نفرت کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کسی مذہب یا مسلک کی مثال بھی لی جاسکتی ہے جو آج کل ہمارے عمومی معاشرے میں عام ہے۔نفرت کی بنیاد ہی فاشزم سے ہے۔ معاشرہ تب آباد ہوتا ہے جب ایک دوسرے کی برائیوں اور خامیوں کو درگزر کیا جائے۔ اگر کوئی جھوٹ بولتا ہے تو ہمارا کام ہے کہ اسے سمجھائیں کہ سچ بولیں۔ یہ کچھ نکات ہیں جو فاشزم کو بیان کرتے ہیں جیسے کہ اعلیٰ نسل، اعلیٰ قوم، اعلیٰ مذہب ہونے کے دعویدار ہونا اور

دوسرے کو کم تر جاننا۔ فاشزم کون چلاتا ہے؟ میں یا آپ لوگ فاشزم نہیں چلاتے لیکن چلتی فاشزم عوام میں ہے، فاشزم اُبھرتی عوام میں سے ہے لیکن اس تخریب کاری کے لیے سرمایہ دار اور سرمایہ کار کے گروہ ہوتے ہیں۔ اس کی دو خاصیتیں ہوتی ہیں، کہیں مذہب کا نام لیتے ہیں، کہیں زبان کی بنیاد بناتے ہیں، اور کہیں پر نسل کا نام لیتے ہیں۔ فاشزم کے دو نقاط ہیں جن میں ایک نقطہ یہ ہے کہ عوام کو سرسبز باغ دکھائے جاتے ہیں۔ عوام کو دولت، پیسہ، مہنگے مکانات، اعلیٰ تعلیم وغیرہ کے لالچ پر مبنی پروگرام دیتے ہیں اور ایسی باتوں کو اُجاگر کرتے ہیں جو عوام کے جذبات سے قریب ہوں۔ دوسرا نقطہ یہ ہے کہ تشدد کا استعمال کرتے ہیں۔ اکثر یہ دونوں عناصر ہمارے سیاسی قائدین میں نظر آتی ہیں۔ ایک سے بڑھ کے ایک وعدے کرتے ہیں اور اگر ان کی بات نہ مانی جائے تو پورے معاشرے کو جبر تشدد سے بھر دیتے ہیں۔ ریاست فاشزم کو قابو میں رکھتی ہے اور دیا گیا اسلحہ ریاست کی فاشزم کو پھیلاتا ہے۔ ہر ریاست اپنے اندر فاشزم کی جگہ رکھتی ہے۔

نہ صرف پاکستان کی ریاست بلکہ پورے دنیا کی ریاست اعلیٰ سرمایہ دار اور جاگیردار طبقے کی حفاظت کے لیے ہوتی ہے۔ عوام کے تحفظ کے لیے نہیں ہوتی۔ عدلیہ بھی ریاست کا ساتھ دیتی ہے۔ پولیس بھی ان کے ماتحت ہوتی ہے اور ایک مسلح ونگ کے طور پر کام کرتی ہے۔ پاکستان میں فوج آزاد ہوتی اور درحقیقت کسی کے ماتحت نہیں ہے۔ ریاستیں جب سے بنیں ہیں، ان کی فطرت میں ہی فاشزم ہے۔ اس وقت نہ صرف پاکستان بلکہ تیسری دنیا میں عوام مشکل میں ہے۔ روزگار کے مسائل ہیں، کھانے پینے کے مسائل ہیں۔ آپ جو کام کرنا چاہتے ہیں وہ نہیں کر سکتے۔ ہمارے ملک میں قانون سازی غیر ملکی پالیسیوں کی بنیاد پر کی جاتی ہیں۔ ہمارے روزگار کو مار کر غیر ملکی اداروں کے لیے راہ ہموار کی جاتی ہیں کہ وہ بے تحاشہ منافع کمائیں۔ اس کو سامراجیت کہتے ہیں۔ سامراجیت سے عوام کی ایک بہت بڑی تعداد روزگار، پیسہ، زمین اور گھر سے محروم ہو جاتی ہے۔ اس وقت عوام بکھری ہوئی ہے اور کروڑوں کی تعداد میں شدید تکلیف میں ہیں۔

اس وقت عوام ریاست کے ہاتھ میں ہے جبکہ ریاست کی وجہ سے اس وقت عوام تکلیف میں ہے۔ روزگار نہ ہونا سرمائے کے ارتکاز کی وجہ سے ہے۔ سرمایہ دار جان بوجھ کر کام نہیں دیتا تاکہ عوام اس کے آگے مجبور ہوں اور وہ عوام کو اپنے مفاد میں استعمال کر سکے۔ اسی عوام میں سے ایک ایسا گروہ بنایا جاتا ہے جو سمجھتا

ہے کہ میں صحیح ہوں اور میں ہی پورے ملک کو صحیح کر سکتا ہوں۔عوام کو آپس میں لڑوایا جاتا ہے۔ فاشسٹ اعلیٰ اشرافیہ طبقہ سے ہوتا ہے۔ وہ آپ کے اندر فاشسٹ خیالات پیدا کرتا ہے۔ آپ کے پاس وسائل نہیں ہیں، آپ کے گھر میں بھوک ہے، آپ کے بچوں کی تعلیم کا کوئی طریقہ نہیں ہے اور اس کا احساس آپ کو بہت دیر سے ہوتا ہے جب پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے۔ آپ کبھی بھی جاگیرداروں، سرمایہ داروں، فوج اور سامراج کے خلاف کوئی بات کسی سرکاری پلیٹ فارم سے نہیں سنیں گے۔ پاکستان کسان مزدور تحریک رنگ، نسل، زبان، مذہب سے بالاتر ہوکر کام کر رہی ہے۔ پی کے ایم ٹی طبقاتی نظام کے خلاف کام کر رہی ہے۔ہمیں ان تمام مسائل کو سمجھ کر ایک ہونے کی ضرورت ہے۔

پی کے ایم ٹی میں ہر طبقہ فکر کے لوگ انسانیت کی بنیاد پر جڑے ہوئے ہیں۔ہمیں طبقاتی فرق مٹانا ہے۔ جان بوجھ کے ہمارے درمیان نفرتیں ڈالی گئی ہیں تاکہ جاگیرداروں، سرمایہ داروں، سامراج اور فاشسٹ عناصر کی طرف عوام کی توجہ نہ جائے۔ سیاسی شعور اور عوامی یکجہتی کو بڑھانے کی بہت ضرورت ہے۔

فاشزم اور ریاست

انٹونیو توہان

پی کے ایم ٹی اور ڈاکٹر عذرا طلعت سعید کی گزارش پر انسٹیٹیوٹ آف پولیٹیکل اکانومی، فلپائن سے تعلق رکھنے والے انٹونیو توہان نے ''فاشزم اور ریاست'' کے موضوع پر اپنا بیان ریکارڈ کر کے بھیجا جسے اجلاس میں چلایا گیا۔ اس تقریر کا اردو ترجمہ روٹس فار ایکوٹی کے مجتبیٰ زیدی نے شرکاء کو پڑھ کو سنایا۔

پاکستان کسان مزدور تحریک کی سالانہ اجلاس سے انٹونیو توہان کے خطاب کا اردو ترجمہ:

صبح بخیر!

پاکستان کسان مزدور تحریک کے کامریڈز کا شکریہ کہ جنھوں نے مجھے فاشزم پر بات کرنے کی دعوت دی۔ ہر کسی نے چاہے وہ مزدور ہو، کسان ہو، عورت ہو یا طالب علم ہو اس نے کبھی نہ کبھی پولیس کی بربریت یا تشدد کو لازمی برداشت کیا ہوتا ہے۔ جب بھی آپ اپنے یا ملکی مسائل پر بات کریں گے، احتجاج کریں گے یا پھر زورو

شور سے مزاحمت کریں گے تو پولیس یا دیگر عسکری قوتیں لازمی آپ کے پیچھے پڑ جائیں گی۔ پولیس کی غنڈہ گردی اور بربریت کے علاوہ اور بھی کئی ایسے قوانین بنائے گئے ہیں جو عوام کو دبانے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں مثال کے طور پر اینٹی ٹیریریزم (دہشت گردی) کا قانون۔ اپنے حق کے لیے مزاحمت کرنے پر عوام کو جیل میں ڈال دیا جاتا ہے اور اگر وہ فلپائن کے باشندے ہیں تو شاید جیل تک بھی نہ پہنچ سکیں، انہیں راستے میں ہی جان سے مار دیا جائے۔سوال اب یہ کھڑا ہوتا ہے کہ کیا ہماری حکومتوں کو ہمارے انسانی حقوق کی حمایت، ان کی دفاع اور حفاظت نہیں کرنی تھی؟ کیا ان حکومتوں کو جمہوریت پر مبنی نہیں ہونا تھا؟ (جس کے دستاویز اور معاہدے انہوں نے دستخط کر رکھے ہیں)

(نام نہاد) روشن خیال جمہوریت پسند حکومتیں جیسے کہ مراکش کی حکومت، جنھوں نے ایک میٹنگ بلائی، جہاں میں خود بھی موجود تھا، کہنے لگے کہ چونکہ مراکش میں بادشاہت ہے اور وہ ایک جمہوری ریاست نہیں ہیں اس لیے وہ (عالمی سطح پر مانے گئے) انسانی حقوق کی پاسداری کرنے کے پابند بھی نہیں ہیں یا اس کے لیے جوابدہ نہیں ہو سکتے جبکہ مراکش کی حکومت نے بھی ان دستاویزات پر دستخط کیے ہوئے ہیں۔ اس لیے یہ ایک واضح مثال ہے کہ نہ صرف بادشاہت بلکہ کئی اور حکومتیں جنہوں نے دیگر عالمی جمہوری اور انسانی حقوق کے معاہدوں پر دستخط تو کیے ہوئے ہیں لیکن جب ان پر عوام کی حفاظت اور جمہوری ڈھانچہ کو قائم رکھنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے تو ان کا رویہ ناپسندیدگی اور حقارت کا ہو جاتا ہے (اور یہ مطالبہ کرنے والوں کا گھرا تنگ کرنا شروع کر دیتے ہیں)۔ ہر کوئی جمہوری ہونے کا دعویٰ تو ضرور کرتا ہے لیکن حقیقت میں انہیں صرف بین الاقوامی سطح پر عہدے اور استوار تعلقات چاہیے ہوتے ہیں جس کے لیے وہ دکھلاوا کرتے ہیں لیکن دوسری طرف اپنے ہی ملک میں فاشزم کو اختیار کرتے ہیں۔

آج نام نہاد روشن خیال سماج میں جمہوریت سامراجیت کا رچایا ہوا ایک ڈھونگ ہے۔ ساری حکومتیں بنیادی طور پر فاشسٹ ہوتی ہیں۔ بظاہر وہ بہت جدید اور بہت آزاد لگتی ہیں لیکن اندرونی طور پر فاشسٹ ہیں کیونکہ آج ریاست طبقہ مالیاتی امرا کے قبضہ میں ہے۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ذہن، خفیہ باتیں اور عوام کی آزادی اور ان کی حرکات و سکنات کو قبضے میں رکھتے ہیں۔ فاشزم ریاست کی کھلی دہشت گردی کا ایک نام

ہے۔ یہ ایک نظریہ، ایک نظام ہے جو حقیقی روشن خیالی پر مبنی اصولوں کو چلنے نہیں دیتا کیونکہ عالمی سطح کی اشرافیہ مالیاتی امرا طبقہ حکومت اور ریاست کو کنٹرول کرتا ہے۔ضروری نہیں کہ سامراجی ممالک فاشسٹ ہوں مثال کے طور پر سابق امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اور روسی صدر پیوٹن مکمل طور پر فاشسٹ نہیں محض کچھ رنگ دکھلاتے ہیں۔ اس کے برعکس دیگر ممالک جو سامراجی نہیں ہیں، چھوٹے اور کمزور ممالک ہیں، مگر فاشسٹ ہیں۔ مثال کے طور پر فلپائن اور پاکستان جو بظاہر ایک جمہوری ریاست ہیں لیکن کہیں زیادہ فاشسٹ ہیں۔ یہ وہ ممالک ہیں جن میں نیم جاگیرداری اور نیم نوآبادیاتی نظام ہے۔ یہ مکمل طور پر نوآبادیات نہیں ہیں مگر آزاد بھی نہیں ہیں وہ بس آزاد ہونے کا دکھلاوا کرتے ہیں۔ پاکستان اور فلپائن جیسے ممالک امریکہ اور برطانیہ کے کنٹرول میں ہیں جبکہ یہ ممالک طبقہ مالیاتی امرا کے قبضہ میں ہیں اور ہماری حکومتیں امریکہ کی کٹھ پتلی کی طور پر کام کررہی ہیں۔ چونکہ یہ کٹھ پتلیاں ہیں اس لیے جمہوریت کا دکھلاوا کم ہے اور سامراجیت پر مبنی فاشزم جو کہ امریکہ اور برطانیہ میں موجود ہے یہاں اور واضح اور بیہودہ شکل اختیار کرلیتا ہے۔یعنی ہمارے نیم جاگیرداری، نیم نوآبادیاتی ممالک میں فوجی جارحیت، پولیس کی بربریت کے مختلف پہلو (سامراجی) سرپرستی کی سیاست کے ساتھ ضم ہو جاتے ہیں اور نیم جاگیرداری طرز حکمرانی واضح ہو جاتی ہے۔ ہماری حکومتیں ماتحت وزیروں اور درباریوں کی طرح اپنے آقا انکل سیم (امریکہ) کی ممنون ہوتی ہیں۔ یہ نیم جاگیردار، نیم نوآبادیات کی فطرت ہے اور ہماری ریاستیں یہ صاف ظاہر کرتی ہیں۔

اس طرز حکومت کا ایک اور خاصہ ہے بدعنوانی یعنی کرپشن۔ سامراجی یا مالیاتی امرا دو بنیادی طریقہ کار اپناتے ہیں۔ بدعنوانی اور فاشزم۔ سامراجی ممالک بظاہر بدعنوانی کا گلا کرتے ہیں لیکن درحقیقت یہی ترقی یافتہ ممالک زیادہ بدعنوان ہیں کیونکہ ان کی بدعنوانی بھی ترقی یافتہ ہے۔ اسی طرح ان کا فاشزم بھی زیادہ ترقی یافتہ، چھپا ہوا اور کنٹرولڈ ہے۔ ان ممالک نے جمہوریت کا زیادہ مضبوط لبادہ اوڑھ رکھا ہے جو ان کے عیب کو چھپا دیتا ہے جبکہ تیسری دنیا کے ممالک کو یہ دکھلاوا نہیں آتا اس لیے وہ زیادہ بدعنوان اور فاشسٹ نظر آتے ہیں۔

فاشزم کی کئی سطحیں ہیں۔ ایک سطح فاشسٹ نازی، جرمنی کی ہے۔ یہ فاشزم کی سب سے اونچی سطح ہے۔ اس میں ہٹلر کی پارٹی نے پوری ریاست کو قبضے میں رکھا اور ریاست نے پورے عوام اور سماج کو کنٹرول

کیا۔ کنٹرول ہر سطح پر تھا، معیشت، مذہب، میڈیا اور دیگر۔ہٹلر اور ریاست جرمنی سے مختلف سوچ، نسل، مذہب، مارکسسٹ، تیسری اور دیگر جنسی فرق والے افراد کو کنسنٹریشن کیمپس (concentration camps) یعنی بڑے پیمانے پہ تشدد کرنے والی جیلوں میں رکھا جاتا تھا۔ فاشزم میں شدید تعصب اور عدم برداشت پایا جاتا ہے۔ یہ فاشزم کی ایک نمایاں خاصیت ہے۔ دوسری ریاستوں میں لیٹنٹ (latent) فاشزم ہے یعنی بظاہر یہ فاشسٹ ہیں مگر فی الوقت ان کا فاشسٹ کردار پوشیدہ ہے اور انہوں نے ابھی فاشزم کا پورا روپ نہیں دھارا ہے۔ ایسے ممالک کو ہم فاشسٹک کہہ سکتے ہیں۔یعنی پاکستان یا فلپائن کی ریاست ابھی فاشسٹک ریاست ہیں۔ یہ عوام کے خلاف شدید جبر اور دہشت گردی کے سارے طریقے استعمال کرتے ہیں اور حقیقی جمہوریت کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کس بنیاد پر کوئی ریاست فاشسٹک ہو جاتی ہے؟ ہم اس کو فاشسٹائیزیشن بھی کہہ سکتے ہیں۔ کوئی ریاست کیسے زیادہ فاشسٹ بنتی ہے؟ ایک طرز تو یہ ہے کہ ملٹری ڈکٹیٹر شپ حکومت پر قبضہ کر لیتی ہے (یعنی مارشل لاء جیسے کہ پاکستان میں ایوب خان، ضیاء الحق اور پرویز مشرف) ایک اور طریقہ یہ ہے کہ ریٹائرڈ جنرل حکومت پر قبضہ کر لیتے ہیں جیسے کے فلپائن میں ڈوترتے (Dueterte) کی حکومت میں نظر آیا یا پھر پاکستان اور بنگلہ دیش میں جنرل نیا روپ دھار لیتے ہیں اور سویلین لیڈر بن جاتے ہیں۔ ایک اور طرز یہ ہے کہ سویلین بیوروکریسی کی ملیٹرائیزیشن ہو جاتی ہے یعنی حکومت کا طرز فوجی بنیاد پر ہو جاتا ہے۔ یاد رکھیں کہ ہماری سویلین بیوروکریسی، افسر شاہی، (سامراجی) سر پرستی کے تحت چلتی ہیں۔ افسر شاہی (جسے نوکر شاہی بھی کہا جاتا ہے) بادشاہوں کی طرح حکومت کرتے ہیں اور عوام کے حقوق کی ذمہ داریوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں یا ان کی طرف اپنا رویہ جارحانہ اور فاشسٹ رکھتے ہیں۔ ایک اور طرز جو خاص طور پر ہمیں فلپائن میں دیکھنے کو ملتا ہے وہ یہ کہ حکومت مخالف افراد کو مکمل طور سے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ جو فلپائنی حکمران ڈوترتے حکومت کے خلاف لڑ رہے ہیں ان کو persona non-grata کہا جاتا ہے یعنی انہیں حکومت بالکل نہیں قبولتی۔ ان کو حکومت سے کسی بھی قسم کا کوئی تحفظ حاصل نہیں ہوتا اور ہر وقت گرفتار ہونے یا مار دیئے جانے کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ یہ نازی جرمنی کی طرح ہی ہے کہ وہ لوگ جو مخالف ہیں ان کو صفِ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ جرمنی میں

ان کو کنسنٹریشن کیمپس میں ڈال دیا جاتا تھا لیکن فلپائن میں ایسا تو نہیں ہے مگر ان کو اپنی جان بچانے کے لیے چھپنا پڑتا ہے کیونکہ انکے پاس اس کے علاوہ اور کوئی حل نہیں ہے۔ یہ سارے طریقے فاشسٹ کنٹرول کے ہیں اور نہایت خطرناک ہیں۔ہم کو سمجھنا چاہیے کہ فاشزم اور بدعنوانی وہ دو طریقے ہیں جن کے ذریعے سامراجی ممالک ہماری حکومتوں کو کٹھ پتلی کی طرح استعمال کرتے ہیں (اور ہمارا استحصال کرتے ہیں)۔

ہم کو مذہبی معاملات میں بھی خاص توجہ اور نظر رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ کٹھ پتلی حکومتوں میں اور فاشسٹ سوچ کو پھیلانے کے لیے مذہب کو غلط طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک مثال صیہونیت (Zionism) کی ہے۔ یہ ایک فاشسٹ تحریک تھی جس نے دہشت گردی، سامراجیت اور سامراجی ممالک کی مدد سے ایک فاشسٹ اور سامراجی ریاست بنالی جس کا نام اسرائیل ہے۔ اسرائیل کو سامراجی قوتوں نے بنایا اور اب یہاں فاشسٹ حکومت ہے اور اس کے پیچھے ایک فاشسٹ پارٹی ہے، ایک فاشسٹ تحریک ہے جو کہ اب فلسطین کی زمین پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر اپنا اثر رکھنا چاہتی ہے۔ یہ وہی طریقہ کار ہے جس کے ذریعے امریکہ نے اسلام کا غلط رخ بتاکر دہشت گرد اسلامی گروہ تیار کیے تاکہ افغانستان کی حکومت کے خلاف لڑا جاسکے۔ افغانستان پر قبضے کے بعد اس تجربہ سے تربیت یافتہ اسلامی گروہ کے امریکی ایجنٹ بعد ازاں داعش کا روپ دھار کر ایک بار پھر سامنے آئے اور فاشزم کی بنیاد پر ایک اور تحریک کو چلایا جس میں انسانی حقوق اور انسانی زندگی کا کوئی خیال اور لحاظ نہیں رکھا گیا۔

اس کے علاوہ فاشزم کئی اور دیگر شکلیں ہیں۔مثلاً نیو ناٹسی تحریکیں جو دنیا کے مختلف حصوں میں نمودار ہورہی ہیں۔قدامت پسندوں کی ایماء پر دائیں بازو کے انتہاپسند خیالات کو بحران کے حالات میں ابھارا جاتا ہے۔ امریکہ میں قدامت پسند یا نو قدامت پسند ضروری نہیں کہ فاشسٹ ہوں لیکن یہ یقیناً نئی فاشسٹ تحریکوں کی فروغ کا باعث ہیں جو کہ حکومت پر کنٹرول / قبضہ کرنا چاہتی ہیں۔ اس کے علاوہ سوشل فاشزم بھی ہے مطلب یہ کہ جب ایک سوشلسٹ ریاست افسر شاہی کے قبضے میں آکر عالمی اشرافیہ طبقہ کی طرز پر کام کرنا شروع کر دیتی ہے اور سوشلسٹ انقلاب کے بنیادی اصولوں میں اپنے سیاسی اور معاشی مفاد کی خاطر ردوبدل کرنا شروع کر دیتی ہے تو یہ ریوزنسٹ (revisionist) پارٹی سوشل فاشزم کو عمل میں لاسکتی ہے لیکن یہ ایک علیحدہ موضوع ہے۔

فاشزم کو مکمل طور پر سامراجیت کی پیداوار سمجھنا چاہیے جس کو اجارہ دار سرمایہ داری وجود میں لائی ہے۔اس تخلیق کے ذریعے کمزور، نیم جاگیر دار اور نیم نوآبادیات ممالک کی کٹھ پتلی حکومتوں کو عوام کے استحصال اور ان پر جبر کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔شکریہ

بھارت میں مذہبی انتہاپسندی

اجے جھا کمار

پی کے ایم ٹی کی درخواست پر ''پیروی'' (PAIRVI) کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر اجے جھا کمار نے ''بھارت میں انتہا پسندی'' کےعنوان سے اجلاس میں تقریر کی۔ اپنی گفتگو میں انہوں نے کہا کہ عیسائیت، یہودیت، ہندو، بدھ مت اور دیگر مذاہب اپنی پنی جگہ صحیح ہے۔شر پسند عناصر ہر معاشرے اور ہر مذہب میں ہوتے ہیں۔ ریاست کا کام ہے کہ معاشرے میں جو شر پسند عناصر ہیں ان کو کنٹرول کرے۔مسئلہ تب ہوتا ہے جب ریاست ہی شر اور انتہا پسندی کو بڑھاوا دینا شروع کر دے۔ جو ترقی پسند ہیں ان کا یقین سائنس پر ہوتا ہے۔ بنیاد پرست (fundamentalists) کا سائنسی ترقی سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا وہ صرف مذہب کو سامنے رکھتے ہیں۔ان کا ہماری ضروری مسائل سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔نوکری کی بات ہو، بھوک کی بات ہو، ترقی کی بات ہو، ان سب چیزوں سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔جس جگہ انتہا پسند کم ہوتے ہیں وہاں یہ چھوٹے چھوٹے اہداف رکھتے ہیں۔امریکہ میں بہت سارے قدامت پرست گروہ ہیں۔اب چونکہ امریکہ ایک فاشسٹ اسٹیٹ ہے اس لئے وہاں یہ بڑی تبدیلی نہیں لا سکتے۔ اسی لیے وہ چھوٹے ٹارگیٹس بناتے ہیں جیسے anti contraception، anti abortion laws اور anti LGBTQ+ ہوگیا۔مگر جہاں ان کی اکثریت ہوتی ہے وہاں اپنا راج بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔اپنے مذہب کو، اپنے کلچر کو دنیا میں سب سے بہتر دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

دوسری چیز اتھارٹی ایک ہو گی مطلب ایک ادارے کو لے لیں، ایک پارٹی کو لے لیں یا ایک انسان کو لے لیں وہ دیش کے برابر ہو جاتا ہے اور اگر آپ اس آدمی کے خلاف کچھ کہتے ہیں یا پارٹی کے خلاف کچھ کہتے ہیں تو تورنت ہی آپ کو ملک دشمن قرار دے دیا جائیگا۔ بہت سے Nationalists، Social Activist اور civil society کے کارکنوں کے ساتھ یہی ہو رہا ہے۔ جو بھی سرکار کے خلاف بات کرتا

ہے انہیں anti national قرار دے دیا جاتا ہے۔ تیسری بات ہمیشہ آپ دیکھیں گے کہ مائنڈ کو قابو کرنے کی کوشش کی جاتی ہے مائنڈ اس طرح قابو کیا جاتا ہے آپ کیا کھائیں گے؟ کیا پہنیں گے؟ شادی کس سے کریں گے؟ آپ کے پورے ذہن پر آپ کی سوچ پر قبضہ کیا جاتا ہے۔ یہ خطرناک بات ہے۔ یہ فاشسٹ سوچ کا بہت خاص عمل ہے۔ جہاں آپ لوگوں کے ذہن پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح کے جو سیاستدان ہیں، ریاستیں ہیں یا سرکار ہیں یا اسٹیبلشمنٹ ہے، وہ لازمی طور پر پدرشاہی نظام کے حامی ہوتے ہیں اور کسی بھی طرح کے عورتوں کے کردار کے حامی نہیں ہوتے۔ اس کے علاوہ جو بھی ہماری بات سے اختلاف کرے اس سے زور زبردستی اپنی بات منوائی جائیں۔ اگر اتفاق نہیں رکھتے تو یہ لوگ تشدد کے ذریعے اپنی بات کی تکمیل کی کوشش کرتے ہیں اور یہ خطرناک ہوتا ہے۔ ان مسائل پر جب ریاست خاموش رہتی ہے تو معاملات ریاست کے قابو میں نہیں رہتے۔ مجھے یقین ہے کہ انتہاپسندی سے لڑنے کے لیے ہم اور آپ ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔

پاکستان میں فاشزم کی مختلف شکلیں اور مزدور پر اثرات

پروفیسر ناصر

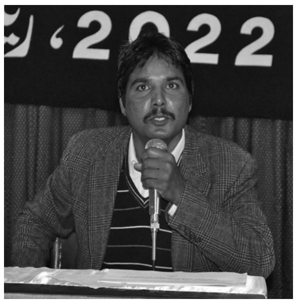

پی کے ایم ٹی کی دعوت پہ قائدِاعظم یونیورسٹی کے پروفیسر ناصر نے بطور مہمان مقرر اجلاس میں شرکت کی اور ''پاکستان میں فاشزم کی مختلف شکلیں اور مزدور پر اثرات'' کے موضوع پر اپنا ماہرانہ تجزیہ پیش کیا۔ قارئین کے لیے ان کی تقریر کا خلاصہ تحریری شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔

کیا پاکستان واقعی آزاد ریاست ہے؟ لیکن اگر ہے تو کیسے؟ ہم حقائق کی طرف جاتے ہیں حقائق کے اوپر روشنی ڈالتے ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ نہیں آزاد نہیں ہیں جو آزادی ہے ہو ایک نام نہاد ہے وہ بھی ایسی آزادی کے جس کے اوپر ہم سوچتے ہیں تو ہمیں دکھ بھی ہوتا ہے اور ہنسی آتی ہے کہ کیسے حالات میں ہم پھنسے ہوئے ہیں۔

فاشزم سرمایہ دار، استحصالی نظام کا حصہ ہے۔ اس نظام کے بڑھنے کے ساتھ ہی فاشزم بڑھتی ہے۔ ہماری آزادی نام نہاد آزادی ہے۔ ہم معاشی، مذہبی اور سیاسی غلامی کو برداشت کررہے ہیں۔ پاکستان ورلڈ

بینک کے تابع ہے۔ اسٹیٹ بینک عالمی مالیاتی اداروں سے ہدایت لیتے ہیں۔ آئی ایم ایف پیٹرول بجلی کی قیمتیں طے کرتا ہے۔ باہر سے لوگ پیسے بھیجتے ہیں، چین سے مدد ملتی ہے۔ ہماری معیشت آزاد نہیں ہے یہ انحصار پذیر ہے۔ سیاست میں اہم کردار عالمی سامراج کا ہے۔ آرمی طاقتور ہے۔ جب چاہے جس کو لے آتے ہیں لیکن اکیلی آرمی طاقتور نہیں ہے سامراجی طاقتیں جس کو نوازتی ہیں وہ طاقتور بن جاتے ہیں۔

سامراج کا کردار بالکل واضح نظر آتا ہے۔ سارے حکمران سامراج کے ساتھ مل کر ہم پر حکمرانی کرتے ہیں۔ امریکہ 60 فیصد چیزیں لڑائی والی بنا رہا ہے تو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ امن کے لیے کام کر رہے ہیں۔ عراق، لیبیا، شام پر جنگ مسلط کی، لڑائی کو ختم نہ کرنا ان کا ایجنڈہ ہے۔سوچ اور کلچر میں تبدیلی لاتے ہیں۔ جہاد کو بڑھایا گیا۔ یہ سب چیزیں فاشزم کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔ قومی، مذہبی، معاشی اور سیاسی ان سب کے ساتھ سامراجی طاقتیں جڑی ہوئی ہیں۔ اس کا حل عوامی مزاحمت ہے۔

پاکستان اگر آزاد ریاست نہیں ہے تو اس کے پیچھے کون سے حقائق ہیں؟ کس طرح سے ہم سامراج کے شکنجے میں آج تک جکڑے ہوئے ہیں۔ سامراج کے مختلف پہلو ہیں؛ سیاسی پہلو، معاشی پہلو، عسکری پہلو، اور ثقافتی پہلو وغیرہ۔ سب سے پہلے ہم معاشی پہلو پر آتے ہیں۔ پاکستان ایک ریاست ہے لیکن پاکستان کی معیشت امریکہ اور یورپ کی بین الاقوامی کمپنیوں ساتھ ساتھ عالمی مالیاتی ادارے آئی ایم ایف، ورلڈ بنک اور دوسرے ترقیاتی بنک اور اداروں کی تابع ہے۔ ہماری ساری کی ساری معیشت ان کے تابع ہے ہمارا اسٹیٹ بنک بھی ہماری ریاست کے تابع نہیں ہے۔ یہ عالمی مالیاتی ادارے سامراج کے کہنے پر ریاست کے اندر پروگرام لے کر آتے ہیں جیسے کہ اسٹرکچرل ایڈجسمنٹ پروگرام وغیرہ۔ آئی ایم ایف بتاتا ہے کہ کس کو ریلیف دینا ہے کس کو نہیں۔ کسانوں کو سبسڈی دینی ہے یا نہیں اور اگر دینی ہے تو کتنی دینی ہے۔ آئی ایم ایف بجلی کے ریٹ طے کرتا ہے۔ آئی ایم ایف کہتا ہے کہ پٹرول کے ریٹ بڑھاؤ گے تم قرضہ ملے گا اور یہ کہ ملازمین کو کتنی تنخواہ دینی ہے اور ٹیکس کتنا کاٹنا ہے۔ اس معیشت کا دارومدار عالمی مالیاتی اداروں سے ملنے والے قرض اور سامراجی ممالک سے ملنے والی امداد پر ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ remittance بھی بہت اہم ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ ہم اپنے لوگوں کو اپنے ملک میں روزگار بھی نہیں دے سکتے تو پھر جب پالیسیاں بنائی جاتی ہیں تو خلیجی ممالک خاص

طور پر سعودی عرب اس پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ دوسری طرف ہماری سیاست میں فوجیوں اور جمہوری قوتوں کی رسہ کشی نظر آتی ہے۔ ہمارے خراب معاملات کے ذمہ دار فوجی ڈکٹیٹر اور کرپٹ سیاستدان ہیں لیکن اس میں جو اہم اسٹیک ہولڈر ہے وہ عالمی سامراج ہے۔

کہنے کو تو ملٹری بہت طاقتور ہے پورے ملک کو چلا رہی ہے، وہ تجارت بھی کرتے ہیں، وہ پیداوار بھی کرتے ہیں، وہ ہاؤسنگ سوسائٹی بھی بناتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ سیاسی معاملات میں بھی ان کا خاصا عمل دخل رہتا ہے۔ وہ جس کو چاہتے ہیں اسے حکام اعلیٰ کی کرسی پہ بٹھا دیتے ہیں، اس کی حکومت بنا دیتے ہیں لیکن در حقیقت پیچھے سامراج ہوتا ہے سب کچھ اس کی مرضی سے ہوتا ہے۔ شروع سے لیکر آخر تک ہماری سیاسی جماعتوں اور ان کی حکومت بننے میں ایسی بہت سی مثالیں مل جائیں گی۔

ریاست کے سیاسی عمل میں طاقتور گروہ حکمران طبقات ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اسٹیبلشمنٹ، سول اور ملٹری بیوروکریسی اور عدلیہ ہوتے ہیں۔ پاکستان میں ان سب کے علاوہ جاگیردار و سرمایہ دار طبقات ہوتے ہیں۔ یہ سارے کے سارے حکمران طبقات ہیں جو سامراج کے ساتھ مل کے گٹھ جوڑ بناتے ہیں اور ہمارے اوپر حکمرانی کرتے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف مظلوم طبقہ ہے جو مزدور، کسان، بھٹہ مزدور، کھیت مزدور اور دیہاڑی دار مزدوروں، ہاری، فیکٹری مزور، اور ٹیچر وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ یہ سارے طبقات منظم نہیں ہیں۔ اس لیے ان پر اشرافیہ طبقہ کی طاقت حاوی رہتی ہے۔

جس طرح ہم معاشی طور پر ہم آزاد نہیں اسی طرح ہم سیاسی طور پر بھی آزاد نہیں ہیں۔ سامراج عموماً خود نہیں سامنے آتا۔ سامراج کو جب ضرورت ہوتی ہے تو وہ فوج کے ذریعے اپنا کام نکلوا لیتے ہیں، براہ راست مارشل لاء لگا کر یا کٹھ پتلی جمہوری حکومت کی آڑ میں۔

امریکہ کا دو سال پہلے کا ملٹری بجٹ تقریباً 200 ارب ڈالر تھا جبکہ روس اور چائنا کا 60 یا 70 ارب ڈالر تھا۔ نیٹو کا ان سے 28 گُنا زیادہ بجٹ تھا۔ امریکہ پیداوار کا ٪60 حصہ جنگی سازو سامان کا ہوتا ہے تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ کوئی بھی سامراجی جنگ دیکھیں چاہے وہ عراق کی ہو، لیبیا کی ہو، شام کی ہو، افغانستان کی ہو یا پاکستان میں ہو، وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ وہاں آزادی اور عالمی امن عامہ

کے لیے جار ہے ہیں۔ لیکن یہ امن کیسا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ یہ خوفناک قسم کی جنگ ہے جو ہنستے بستے لوگوں ہر مسلط کر دی جاتی ہے۔ یہ جنگ لیبیا پر مسلط کی گئی، شام میں مسلط کی گئی، افغانستان پر مسلط کی گئی۔ ان کا ایجنڈا ہی یہی ہے کہ لڑائی، جنگ ختم نہ ہو۔ پہلے اسلحہ بکے اور سب کچھ تباہ ہو جائے اور پھر اس کو بنانے کے ٹنڈر اپنی حامی اور ساتھی کمپنیوں کو ملے۔

اس طرح نظریاتی اور ثقافتی پہلو ہیں۔ جیسے کہ کہا گیا کہ روس کے خلاف جہاد شروع کر دو تعلیمی اداروں میں ایک مجاہد کی خصوصیات پر مضمون لکھے جانے پر انعامات رکھے گے۔ اسی طرح کہ اور بھی کئی ہتھکنڈے استعمال کیے گئے۔ یہ سامراج کا نظریاتی حملہ تھا۔ اس کے بعد مشرف کے دور میں سامراج کا war on terror شروع ہوتا ہے جس میں انہی ''مجاہدین'' کو دہشت گرد قرار دیا گیا اور ان ہی پر حملہ کر دیا گیا۔ یہ liberalism کا دور ہے کہ اب پاکستان کو liberal اور seculer ریاست بنانا ہے لیکن اس کی تھیوری کہاں سے آتی ہے؟ یہ بھی سامراج سے جڑی ہوئی ہے جس میں ہماری آزادی سلب ہے۔ یہ فاشزم ہے۔ یہ سامراج کے پیداواری طریقے ہیں۔

اگر ہمارے پاس کوئی حقیقی عوامی مزاحمت ہوتی یا اگر ابھی بھی ہو تو اس سامراج سے اور اس کے اتحادی، جو ریاست کی مقتدر طاقتیں ہیں اور جو فاشسٹ تنظیمیں ہیں جو سامراج کی آلہ کار بنتی ہیں، ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ مزدور اور کسان کی مزاحمتی تنظیمیں، عوامی مزاحمت اس سامراج کا اور فاشزم کا حل ہے۔ جتنا زیادہ ہم لوگوں کو منظم کریں گے، ان کو اپنے ساتھ شامل کرتے جائیں گے اتنی ہی جلدی ہم کامیابی حاصل کریں گے۔

فاشزم: عدم برداشت

ظہور جوئیہ

پی کے ایم ٹی کے رہنما ظہور جوئیہ نے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ سامراج فاشزم پیدا کرتا ہے۔ سرمایہ دار، جاگیر دار مذہب کا استعمال کرتا ہے۔ مذہبی بنیادوں پر لڑائیاں کرائی گئی ہیں۔ جیسا کہ افغانستان کی جنگ میں مجاہدین پیدا کیے گئے۔ سامراج کی طرف سے بھٹو کے دور میں بہت ساری قانون سازی کی گئی یا کروائی گئی جس میں مذہبی طاقتوں کو جگہ دی گئی۔ پھر رہی سہی کسر افغان جنگ میں پوری ہوگئی۔ سامراج کے کہنے پر ضیاء الحق نے مجاہدین بنانے شروع کر دیئے اور یقینی طور پر سے اس کام لیے پاکستان سے بہتر کوئی اور جگہ نہیں ہوسکتی تھی۔ پھر لبرل ازم کی بات ہونا شروع ہوگئی۔ ایک ڈکٹیٹر نے آ کر جنگ شروع کی اور دوسرے ڈکٹیٹر نے آ کر کہا ہم نیوٹرل ہیں، یہ ہونا چاہیے، وہ ہونا چاہیے۔ اور کہتے تھے سب سے پہلے پاکستان ہے۔ پچھلے ستر سالوں میں اسی طرح کے متضاد پالیسیاں اور سلوگن رہے ہیں، بس جو سامراج نے کہہ دیا مان لیا۔ سامراج ہی کے کہنے پر پاکستان میں مذہبی، لسانی اور قومیتی تفریق کی بنیاد پر نفرت، عدم برداشت اور تشدد پھیلایا گیا اور فاشسٹ سوچ کو پروان چڑھایا گیا۔ اسی لیے پی کے ایم ٹی میں اکثر یہ بات ہوتی ہے کہ جب تک عوام کھڑی نہیں ہوگی تب تک تبدیلی نہیں آئیگی۔ سامراجی اور فاشسٹ قوتوں کت اثر سے باہر نکلنا ہی پاکستان کی بقاء کا واحد حل ہے۔

آدمی آدمی کا مذہب ہے اور جو کچھ ہے غیر مذہب ہے۔ تمام مذاہب امن و سلامتی اور شانتی کی بات کرتے ہیں لیکن سامراج نے ان مذاہب کو ہمارے کلچر کو بگاڑ دیا ہے۔ تو یہ اب پاکستان کی صورت حال ہے۔ پاکستان کے جھنڈے میں اب بھی سفید رنگ ہے، ہاں صورتحال کے لحاظ سے تھوڑا پھٹا پھٹا سا زور لگتا ہے۔ اب تو ہم نے آپس میں بھی ایک دوسرے کو کافر کہنا شروع کر دیا ہے۔ کسی کو کافر کہہ دینا بہت آسان کام ہے۔ مساجد اور مدارس بنوائیں گئیں، بچوں کو شہادت اور جہاد کے سبق پڑھائے گئے اور یہی فاشزم ہے جس کی کڑیاں سعودی عرب سے ہوتی ہوئی امریکہ جا ملتی ہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان سامراجی قوتوں سے نکل جائے۔ سامراج نے ہمارے مذہب اور ہماری

ثقافت کو بگاڑ دیا ہے۔ وہ یہ سب اپنے مقصد کے حصول کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ان سب کے پیچھے کڑیاں امریکہ سے ملتی ہیں۔ یہ سب سمجھنے کی ضرورت ہے۔ مسجدیں بنائی گئی ہیں لیکن لوگ بھوکے ہیں مگر یہ بات ہم کہہ نہیں سکتے ورنہ مار دیے جائیں گے۔ ہم مذہب، ریاست اور فوج پر بات نہیں کر سکتے، پابندی ہے۔ ایک طرف عدم برداشت زیادہ ہوئی تو دوسری طرف حقیقی عوامی تحریکیں ناکام ہوئی ہیں کیونکہ ہم درست پلاننگ نہیں کرتے ہیں۔ اسی لیے پی کے ایم ٹی سیاسی شعور کی بنیاد پر تربیت حاصل کرنے پر زور دیتی ہے تاکہ مسئلہ کو سمجھیں اور پھر لائحہ عمل تیار کریں۔ ہمیں مزاحمت کی طرف پیش قدمی کی ضرورت ہے۔

میں نے ایک شعر کہا تھا کہ

کسی سے بات کرنے سے ڈر لگتا ہے
کافر یا غدار ہونے سے ڈر لگتا ہے
دل کی باتیں دل میں ہی رہنے دو
اب تو اپنی زبان سے ڈر لگتا ہے

چوتھا سیشن:

موجودہ پاکستانی معاشی اور سیاسی صورتحال

پاکستان کے موجودہ سیاسی و معاشی و مذہبی بحران

ولی حیدر/ طارق محمود

مقررین نے کہا کہ پاکستان کی معاشی بدحالی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت صرف آٹھ ارب ڈالر کے زرمبادلہ کے ذخائر موجود بچے ہیں جبکہ ماہرین کے مطابق کم سے کم 15 ارب ڈالرز کی ضرورت ہے اس وجہ سے ملک معاشی طور پر شدید خطرات کا شکار ہے۔ ابھی بھی چین اور سعودی عرب کی وجہ سے بچا ہوا ہے۔ مہنگائی اپنے

عروج پر ہے۔ اشیاءِ خورد و نوش ٹماٹر، سبزی، دودھ، تیل سب مہنگا ہو گیا ہے۔ سنگین معاشی صورت حال میں سیاسی صورت حال بھی خراب ہے۔ معیشت جب تک اپنے پیروں پر کھڑی نہیں ہو گی تو ہماری صورت حال تبدیل نہیں ہو گی۔ ہمارے سیاستدانوں کی کوئی حکمت عملی نظر نہیں آ رہی جس سے ہم خود مختار ریاست بننے کی طرف جا سکیں۔ ہماری ریاست کا زیادہ زور قرضہ لیکر یا تارکین وطن مزدوروں کی بھیجی گئی رقم (ریمیٹنس) پر ہوتا ہے جو دیہاتوں سے شہروں اور شہروں سے سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، امریکہ، کینیڈا اور یورپ کے دیگر ممالک میں مزدوری کرنے جاتے ہیں۔ اس معاشی پالیسیوں سے معاشی خود مختاری حاصل نہیں کی جا سکتی۔ تو کیا ان حالات میں ہمیں ایک دوسرے سے لڑ کر گزارہ کرنا ہے کہ یہ لیڈر آئے گا تو سب ٹھیک ہو جائے گا، وہ لیڈر آئے گا تو سب ٹھیک ہو جائے گا؟

پاکستان کے ان حالات کی ایک وجہ کرپشن بھی ہے۔ ہمارے جیسے ملکوں میں کرپشن کو سامراج ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ کرپشن اُنہیں کے مفاد کے لیے ہمارا حکمران طبقہ کرتا ہے اور وہ ہم پر حکمرانی کے لیے اُسی کرپشن کا استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کے یہاں حکمران کرپٹ ہیں۔ پاکستان میں جتنی حکومتیں گئی ہیں، سیاسی حکومتیں، وہ زیادہ تر کرپشن کے الزامات پر گئی ہیں۔ پاکستان کی معاشی بدحالی کی ذمہ داری ملکی اشرافیہ کے ساتھ ساتھ غیر ملکی سامراجی طاقتوں اور اداروں پر عائد ہوتی ہے کیونکہ یہ تمام تباہیاں ان کی ہی ہدایت پر بنائی گئی ملکی پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔

اس صورت حال میں پی کے ایم ٹی کے ممبر کا کیا بیانیہ ہونا چاہیے؟

محمد زمان: پاکستان کی افسر شاہی سامراج کے ہاتھوں میں پھنس گئی ہے، انقلاب آنا چاہیے۔

سعید گل: فاشزم سے نجات حاصل کر کے ہی آزادی حاصل کی جا سکتی ہے۔ فاشزم سے نجات ہمارا بیانیہ ہونا چاہیے۔

محمد فاروق: پی کے ایم ٹی میں ایک یونٹ ہونا چاہیے جو ملکی سطح پر جو پالیسیاں بن رہی ہیں ان سے بات چیت کریں۔ مزدور کو اپنی افادیت کا علم ہونا چاہیے۔

حاکم گل: مختلف مذاہب کے لوگ ہیں، مذہب سے نکل کے صرف مزدور کی شکل میں سامنے آئیں تب ہی سرمایہ دار، جاگیردار کے خلاف لڑ سکتے ہیں۔

فرید اللہ: ہم حقیقی آزاد نہیں ہیں۔ہم میں شعور تو آ گیا ہے لیکن ہمیں باہر نکل کے انقلاب کی طرف آنا ہوگا تب ہی تبدیلی آئے گی۔

عالیہ محسن: مزاحمت کا راستہ اپنانا چاہیے، مزاحمت نہیں ہوگی تو تبدیلی نہیں آئے گی۔ ہم اپنی ڈیوٹی پوری نہیں کرتے ہیں۔ تبدیلی اپنے آپ سے لائیں تو تبدیلی آئے گی۔ چین نے ترقی کی ہے وہاں سب نے کام کیا ہے۔ نیت اور سوچ بدلنی چاہیے۔

محمد شریف: اسمبلیاں، قانون جہاں بنتے ہیں وہاں پر 70 فیصد شمولیت نہیں ہوگی تو تبدیلی نہیں آئے گی۔

خالد محمود: دو فیصد کا جن وسائل پر قبضہ ہے وہ 98 فیصد کو دیں۔ دوسری مزدور تحریکوں کو ساتھ لے کر چلیں۔

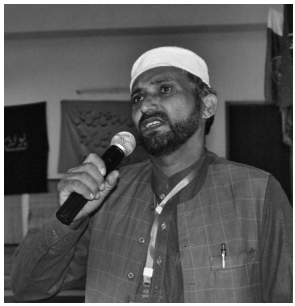

منور شاہ: پاکستان سامراجیت کا شکار ہے۔سب کا کسی نہ کسی پارٹی سے تعلق ہے۔ہمیں پارٹی سے نکلنا ہوگا جب تک خود عمل نہیں کریں گے تحریک آگے نہیں بڑھے گی۔ اپنے مفادات کو قوم کے مفادات پر ترجیح دیں۔

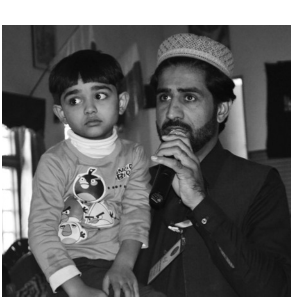

محسن شاہ: ہمارے پاس تنظیم ہے، ہر جگہ پر لوگوں کو بتانا ہوگا کہ سیاسی لوگ ہمارے ساتھ کیا کر رہے ہیں۔

ان کے علاوہ پی کے ایم ٹی کے دیگر شریک ممبران نے بھی اس گفتگو میں حصہ لیا اور اپنی رائے سے شرکاء کا آگاہ کیا۔ کوئی گھنٹہ بھر کے سلسلے

کے بعد ڈاکٹر عذرا طلعت سعید نے اس ساری گفتگو کا تجزیہ پیش کیا جس کے چنندہ نکات کا خلاصہ یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

عذرا طلعت سعید: آئین کی بحالی کا سوال بہت سے لوگوں نے کیا ہے، بہت اچھی بات ہے۔ اس کے علاوہ ابھی جتنی باتیں آپ لوگوں نے کی ہیں شاندار باتیں کی ہیں میں نے ساری لکھی ہیں۔ میں بھائی صاحب کا جواب دینا چاہتی ہوں جو کہ مانسہرہ سے ہیں سچ پوچھیں تو تعلیم اس ملک کو بگاڑ رہی ہے، عوام کو بگاڑ رہی ہے، بنا نہیں رہی۔ جو تعلیم ہماری درسگاہوں میں دی جارہی ہے۔ چاہے مین اسٹریم سکول ہوں یا سرکاری سکول یا پرائیوٹ سکول یا مدرسے، اتنا خراب نصاب وہاں پڑھایا جارہا ہے میں بتا نہیں سکتی۔ وہ ہمیں انسان نہیں بنارہے حیوان بنارہے ہیں۔ میں بالکل سوفیصد حق میں ہوں کہ آپ تعلیم حاصل کریں۔ ہر انسان کو لکھنا پڑھنا اور بنیادی حساب آنا چاہیے۔ اس کے بعد اپنا شعور استعمال کریں چاہے آپ ڈاکٹر ہو، فارمیسسٹ ہو یا چاہے آپ نرس ہو، انجنیئر ہو۔ عوامی شعور نہ ہو تو یہ سب کیا کرتے ہیں؟ عوام کا خون چوستے ہیں۔ ایسی تعلیم حاصل کرنے کا کیا فائدہ؟ یہ جو تعلیم ہمیں سرمایہ داری دیتی ہے وہ ہمیں عوام کی خدمت کے لیے نہیں کھڑا کرتی بلکہ وہ ہمیں ہتھیار کے طور پر استعمال کرتی ہے کہ کس طرح سے عوام کا خون نچوڑ سکیں یقین کریں بہت دل ہمارا خراب ہوتا ہے۔

آپ کے اتنے اچھے بیانیے آئے مجھے لگا ہم بہت بڑے انقلابی بیٹھے ہیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کے ہمارے بولنے میں اور کرنے میں بہت فرق ہے۔ ہم پدرشاہی کی بات کرتے ہیں۔ اگر میں آپ سب کے گھر چلی جاؤں تو سب سامنے آجائیگا۔ آپ سب کے گھر کے بہت برے حالات ہیں۔ ابھی کسی نے بولا کہ اپنے گھر سے شروع کرو۔ سب کہتے ہیں عورتوں کو لے کر آؤ لیکن لاتا کوئی نہیں ہے۔ میں سلام دیتی ہوں پی کے ایم ٹی ان ممبران کو جو اپنے گھر کی عورتیں لیکر آتے ہیں۔ جب ہم اپنی عورتیں لاتے ہیں تو ہم اپنی عورتوں کو سیاسی تعلیم لے کر آتے ہیں۔ لڑکیوں کے ساتھ بہت سارے مسائل ہوتے ہیں۔ ایک بچی آئی ہوئی ہے یہاں پر وہ کہہ رہی تھی مجھے اجازت ہے رات کو میں اپنے رشتے داروں کے گھر جا سکتی ہوں۔ میں نے کہا آپ کو اپنے گھر سے اجازت ہوگی مگر ہم سے آپ کو اجازت نہیں ہے۔ میں خود سب سے بڑی پدرشاہی بن گئی میں نے اس کو منع کر دیا۔ کسی لڑکے کو کیا ہم یہ کہتے؟ کسی لڑکے کو ہم یہ نہیں کہہ سکتے لیکن لڑکیوں کو ہم کہتے ہیں۔ اس کو اسی معاشرے

میں رہنا ہے کل کو اگر خدا نہ خواستہ کوئی مسئلہ ہو گا تو وہ لڑکی ہی سب سے زیادہ کوٹی اور ماری جائے گی۔

اگر آگے جانا ہے، اگر آپ آگے جائیں یا نہ نہ جائیں سامراج آپ کے ملک کے کئی ٹکڑے کرنے پر تُلا ہوا ہے۔ جب پیسے کی بات آتی ہے تو ہمیں فوراً لوگوں کی شکلیں سامنے آجاتی ہیں کہ کون پیسے کے ساتھ وفا کر رہا ہے اور کون انقلاب کے ساتھ وفا کر رہا ہے۔ سامراج جانتا ہے کہ اس کے لیے یہ لالچ کتنا اچھا ہتھیار ہے۔

NGO کے کردار پر بھی بات ہونی چاہیے کہ NGO کیا کرتی ہے؟ کس طریقے سے NGO ہمارے لوگوں کو خراب کرتی ہے۔ دو گھنٹے بیٹھنے کے لیے 1000 ہزار روپے دیتے ہیں۔ ہمارے گھروں میں مشکل ہے، غربت ہے، میں مانتی ہوں لیکن یہ ہمارے مسائل کا حل نہیں ہے۔ انقلاب اتنا آسان نہیں ہے، انقلاب بہت مشکل چیز ہے۔ ہم چھوٹا سا انقلاب اپنی زندگیوں میں نہیں لا سکتے، انقلاب کا نام خراب کرتے ہیں۔ انقلاب کیسے آئے گا؟ کیا ان حرکتوں سے انقلاب آئیگا؟

پی کے ایم ٹی سال 2022–2021 کی سرگرمیوں کا جائزہ

آصف خان

پی کے ایم ٹی، ہری پور کے رکن آصف خان نے 2022–2021 کی سرگرمیوں کی رپورٹ پیش کیں۔ پی کے ایم ٹی کے تحت اس دورانیہ میں سرگرمیوں کی تفصیل درج ذیل ہیں:

- پی کے ایم ٹی کا چودھواں سالانہ اجلاس 16–15 اکتوبر، 2021، رینیول سینٹر، لاہور میں ''پائیدار خوراک کے نظام کے لیے جدوجہد!'' ''اپنی کھیتی اپنا کھلیان، توانا و خوشحال سارا جہان!'' کے عنوان سے منعقد کیا گیا۔
- پی کے ایم ٹی کی روایتی بیج محفوظ کرنے کی دس سالہ جدوجہد کا جشن منایا گیا۔
- پی کے ایم ٹی سیلاب متاثرین میں راشن، مچھر دانی، رضائی کے ساتھ ساتھ گندم کے بیج تقسیم کیے گئے۔ اس کے علاوہ لیٹرین اور ہینڈ پمپ لگائے گئے۔

- گنا اور کپاس کے کسانوں کے ساتھ معلوماتی بات چیت (فوکس گروپ) صوبہ سندھ، پنجاب اور خیبر پختونخوا میں کیے گئے۔
- صنعتی مزدوروں کے ساتھ معلوماتی بات چیت (فوکس گروپ) ہری پور اور گھوٹکی میں ہوئی۔
- سیاسی تعلیمی پروگرام: گنا اور کپاس کے کسانوں کے ساتھ سیشن صوبہ سندھ اور پنجاب میں مردوں اور عورتوں کے ساتھ الگ الگ کیے گئے۔
- صنعتی مزدوروں کے ساتھ سیشن ہری پور میں ہوئے۔
- دودھ کے شعبے سے جڑی عورتوں کے ساتھ سیشن ساہیوال اور ملتان کیا گیا۔
- اساتذہ کے ساتھ سیشن ملتان میں کیا گیا۔
- پی کے ایم ٹی اسٹیئرنگ کمیٹی آن لائن میٹنگ (زوم) اور اسٹیئرنگ کمیٹی پلس میٹنگ حطار، ہری پور میں منعقد ہوئی۔
- زمینی حقوق، انسانی حقوق اور خوراک کی خود مختاری پر ورکشاپ اور ٹریننگ اساتذہ اور سانجھی دھرتی پلیٹ فارم کے ساتھ کیا گیا۔
- ضلعی اجلاس 2022، سندھ میں شکارپور، خیرپور اور خیبر پختونخوا میں پشاور، مانسہرہ میں ہوا۔
- 29 مارچ، 2022 کو بے زمین کسانوں کے عالمی دن کے موقع پر پشاور پریس کلب میں پریس کانفرنس کی گئی اور ہاریانہ بالا میں ایک جلسہ کا بھی انعقاد کیا گیا۔
- یوم مئی مزدوروں کے عالمی دن کے موقع پر ہری پور میں جلسے کا اہتمام کیا گیا۔
- معاشی اور موسمی بحران پر 30 اگست، 2023 پریس کانفرنس سکھر پریس کلب میں کیا گیا۔
- 16، اکتوبر دیہی عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر ہری پور میں ایک جلسے کا اہتمام کیا گیا۔
- 30 اکتوبر 2022 کو راجہ مجیب کی یاد میں جلسہ کیا گیا۔
- سکھر پریس کلب کے سامنے بارش کی تباہ کاریوں اور حکومت کی بے حسی پر احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔

سیڈ بینک

- پی کے ایم ٹی جذبہ فارمر کو آپریٹو کے تحت سیزن 22-2021 کے دورانیہ میں گندم کے چھ جذبہ فارم لگائے گئے۔
- سیزن 23-2022 کے دورانیہ میں گندم کے 13 جذبہ فارم لگائے گئے۔
- 2021-2022 میں مختلف اضلاع 11 مشترکہ سیڈ بینک لگائے گئے، جبکہ 49 انفرادی سیڈ بینک لگائے گئے۔
- جون تا اکتوبر، 2022 کے دورانیہ میں چاول کے تین انفرادی سیڈ بینک لگائے گئے۔
- نومبر تا مئی، 2023-2022 کے دورانیہ میں میں 9 مشترکہ سیڈ بینک، 31 انفرادی سیڈ بینک لگائے گئے۔
- 2 اپریل، 2022 خیرپور میں مشترکہ سیڈ بینک میلہ منعقد کیا گیا۔

پی کے ایم ٹی خبروں میں

- ڈان، جیو ہزارہ، ہری پور، حرارت

DAWN

TODAY'S PAPER | FLOOD DONATIONS | NOVEMBER 26, 2022

Govt asked to protect rights of small, landless farmers

Bureau Report | Published March 30, 2022

PESHAWAR: Representatives of farmers, agriculture workers and non-governmental organisations said here on Tuesday that the government was allowing free market forces to take over land, livestock, food production and processes as well as markets instead of promoting small and landless farmers.

They vowed to fight all forms of feudal encroachments and grabbing of agricultural land by big corporations and to strive for food security.

Addressing a press conference at Peshawar Press Club, representatives of Pakistan Kisan Mazdoor Tehreek (PKMT) and peasant movements demanded

ABC Certified

روزنامہ جیو ہزارہ ہری پور

جلد نمبر 11 | 17 اکتوبر 2022ء، 20 ربیع الاول 1444ھ | صفحات 8 قیمت 10 روپے | شمارہ نمبر 302

خوراک کی خود مختاری اور موسمیاتی انصاف کی جدوجہد

خصوصی کالم

Email:dailyhararatkarachi21@gmail.com

قلم کی نوک سے معاشرتی بگاڑ کے خلاف جہاد

DAILY HARARAT KARACHI

ABC Certified

روزنامہ حرارت کراچی

ایڈیٹر انچیف سائرہ خان

قیمت 10 روپے

جلد نمبر 07 | بدھ 31 اگست 2022ء، 3 صفر 1444ھ | شمارہ نمبر 361

سندھ میں کافی نقصانات ہوئے جن کا ازالہ ناممکن ہے' ولی حیدر

حکومت سندھ کی جانب سے دعویٰ کو کیا جا رہا ہے لیکن اس پر عمل نہیں ہوا' علی نواز جلبانی ودیگر

سکھر (ڈسٹرکٹ رپورٹر عابد علی مغل) پاکستان کسان مزدور تحریک کے رہنماؤں ولی حیدر۔ علی نواز جلبانی۔ حاکم گل۔ عظیم سومرو نے سکھر پریس کلب میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا ہے کہ حالیہ بارشوں اور سیلاب سے سندھ بھر میں کافی نقصانات ہوئے ہیں جن کا ازالہ نہ ممکن ہے انہوں نے کہا کہ حکومت سندھ کی جانب سے دعویٰ کو کیا جا رہا ہے لیکن اس پر عمل نہیں ہوا متاثرہ علاقوں میں کوئی ریلیف کا کام نہیں کیا گیا انہوں نے کہا کہ سندھ کے سارے اضلاع میں تباہی آئی ہے مال مویشی سمیت ذریعہ معاش کی ساری چیزیں ختم ہو گئی ہیں ضلع گھوٹکی۔ سکھر۔ شکار پور اور خیر پور سمیت لوگوں کے لاتعداد گھر تباہ ہو گئے ہیں پوری معیشت بری طرح متاثر ہوئی ہے دیہات تو اپنی جگہ لیکن شہروں میں بھی نقصانات ہوئے ہیں لوگ اپنی فیملیز کے ساتھ روڈوں پر آ گئے ہیں انہوں نے مزید کہا کہ ہم اس آفت کو قدرتی آفت نہیں بلکہ موسمی بحران کہیں گے وڈیرے اور جاگیردار عوام کے لوٹے ہوئے مال پر مزے کر رہے ہیں سیلاب زدہ علاقوں میں لوگ دو وقت کی روٹی کو ترس رہے ہیں اس موقع پر چھ مطالبات فوری طور پر خوراک اور ادویات۔ مکانوں کی سروے۔ دکانوں کی فی الفور تعمیر کیا جائے تاکہ وہ لوگ جو متاثر ہوئے ہیں ان کے نقصان کا ازالہ ہو پائے

آئین کی بحالی

تنظیم سازی، آئین کی بحالی، اسٹیئرنگ کمیٹی، ضلعی سطح پر رابطہ کاری، سیڈ بینک اور جذبہ فارمز سمیت دیگر مسائل پر بات چیت کی گئی۔ آئین کی بحالی کے حوالے سے بات کرتے ہوئے سیکریٹری پی کے ایم ٹی ولی حیدر نے کہا کہ 2023 تک آئین کو معطل کرنے کی عبوری طور پر بات کی ہوئی ہے۔ کور گروپ کی طرف سے قرارداد پاس ہوئی تھی کہ 2023 تک حالات کو دیکھا جائے گا۔ حالات سے مراد حکومت کی جانب سے جو قوانین بنائے گئے تھے مثلاً این او سی کا حصول، سرکار کو رپورٹنگ وغیرہ سب سختیاں پہلے سے زیادہ بڑھ گئیں ہیں۔ لیکن بہرحال ہمیں آئین کو بحال کرنا ہے۔ اب تک کہ فیصلوں کے مطابق 2023 کے آخر میں ہمیں مشترکہ طور پر جائزہ لینا ہے کہ آئین کو بحال کرنا ہے کہ نہیں؟

اختتامی کلمات

فیاض احمد

پی کے ایم ٹی کے رہنما فیاض احمد نے اپنے اختتامی کلمات میں کہا کہ میں سب دوستوں کا شکریہ ادا کروں گا۔جس دلچسپی سے دو دن انہوں نے پروگرام کو سنا ہے، یہ قابل تحسین بات ہے۔ راجہ ہمارے قومی ہیرو تھے، ہیں اور رہیں گے۔ جتنے بھی دوست آئے ہیں راجن پور، ہری پور، ساہیوال، ملتان، گھوٹکی، سکھر، شکارپور، خیرپور، بدین، ٹنڈو محمد خان اور دیر اور خاص طور پر کراچی کے دوستوں کا میں ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

سامراجی موسمی بحران، جنگ اور فاشزم!

مزدور کسان توڑ زنجیریں!

پندرھواں سالانہ اجلاس

26-27 نومبر، 2022

رینیول سینٹر لاہور

پہلا دن: 26 نومبر 2022

وقت	موضوع	مقررین	شعبہ/تعلق
8:15 - 9:00	رجسٹریشن		
9:00 - 9:15	افتتاحی کلمات و تعارف	طارق محمود	پی کے ایم ٹی
9:15 - 9:30	راجہ مجیب کی یاد میں ایک منٹ کی خاموشی/ویڈیو/ ایوارڈ	ظہور جوئیہ	پی کے ایم ٹی
پہلا سیشن: سامراجی موسمی بحران اور اثرات			
9:30 - 9:40	سندھ سیلاب: ہونے والی تباہی	علی گل	پی کے ایم ٹی
9:40 - 9:50	موسمی بحران: عورتوں پر اثرات	شاہین	پی کے ایم ٹی
9:50 - 10:00	موسمی بحران: خوراک کی خود مختاری	بختیار زیب	پی کے ایم ٹی
10:00 - 10:30	سامراجی موسمی بحران اور اس کا جواب	ولی حیدر	روٹس فار ایکوٹی
10:30 - 11:00	سوال و جواب		
11:00 - 11:30	چائے کا وقفہ		
پاکستان میں حالیہ بارشیں اور سیلاب اور پی کے ایم ٹی کا ردعمل			
11:30 - 11:40	سندھ میں سیلاب کی آبادیوں کا یکجہتی دورہ رپورٹ	اسلم چوہدری	پی کے ایم ٹی
11:40 - 11:55	یکجہتی دورہ ویڈیو		
11:55 - 12:10	سیلاب متاثرین کے لیے امدادی کام کی رپورٹ	گوہر امان	روٹس فار ایکوٹی

وقت	موضوع	مقررین	شعبہ/تعلق
12:30 - 12:10	سیلاب کے امدادی سرگرمیوں میں مسائل، چناؤ، امداد کی تقسیم وغیرہ	حاکم گل، علی نواز، محمد عظیم، نور احمد، مقصود احمد	پی کے ایم ٹی
1:30 - 12:30	امدادی سرگرمیوں اور ضلعی سطح میں رابطہ کاری کے مسائل تبادلہ خیال	ولی حیدر، طارق محمود، محمد زمان (اسٹیئرنگ کمیٹی) برکت علی، اعجاز، علی گوہر، محمد قبول	پی کے ایم ٹی
2:30 - 1:30	کھانا کا وقفہ		
3:00 - 2:30	ناٹک	سوجھلا تھیٹر گروپ	
دوسرا سیشن: سامراجی جنگیں اور عوام			
3:15 - 3:00	جنگ اور سامراجیت کا پس منظر	ڈاکٹر عذار طلعت سعید	روٹس فار ایکوٹی
3:35 - 3:15	صیہونی جنگ کے اثرات (فلسطینی مثال)	رزان زائیٹر	اے این ایف ایس
3:50 - 3:35	جنگ اور عورت	عروج کنول	پی کے ایم ٹی
4:05 - 3:50	اسلحہ کی کمپنیاں: حقائق	مجتبیٰ زیدی	روٹس فار ایکوٹی
4:20 - 4:05	جنگی جارحیت اور مزاحمت	آصف خان	پی کے ایم ٹی
4:50 - 4:20	سوال جواب		
	اختتام پہلا دن		
9:00 - 7:30	یکجہتی رات		
دوسرا دن: 27 نومبر 2022			
تیسرا سیشن: فاشزم اور سامراجیت			
8:45 - 8:30	فاشزم کیا ہے؟	عذراطلعت سعید	روٹس فار ایکوٹی
9:10 - 8:45	فاشزم اور ریاست	انٹونیو توہان	آئی پی آر این
9:25 - 9:10	بھارت میں مذہبی انتہاپسندی	اجے جھا کمار	سیکو ڈیکون
9:40 - 9:25	پاکستان میں فاشزم کی مختلف شکلیں اور مزدور پر اثرات	پروفیسر ناصر	قائداعظم یونیورسٹی
9:55 - 9:40	فاشزم: عدم برداشت	ظہور جوئیہ	پی کے ایم ٹی

وقت	موضوع	مقررین	شعبہ/تعلق
10:20 - 9:55	سوال جواب		
10:50 - 10:20	چائے کا وقفہ		
چوتھا سیشن: موجودہ پاکستانی معاشی اور سیاسی صورتحال			
11:10 - 10:50	پاکستان کے موجودہ سیاسی و معاشی و مذہبی بحران	ولی حیدر/طارق محمود	روٹس /پی کے ایم ٹی
12:00 - 11:10	پی کے ایم ٹی کا نقطہ نظر/کردار	تبادلہ خیال	
12:15 - 12:00	تجزیہ	عذار طلعت سعید	روٹس فار ایکوٹی
آخری سیشن: تنظیم سازی			
12:30 - 12:15	پی کے ایم ٹی سالانہ رپورٹ	آصف خان	پی کے ایم ٹی
1:30 - 12:30	تنظیم سازی، اسٹیئرنگ کمیٹی، ضلعی سطح پر رابطہ کاری، سیڈ بینک، جذبہ فارمز	اسٹیئرنگ کمیٹی ممبران	
1:40 - 1:30	اختتامی کلمات	فیاض احمد	پی کے ایم ٹی

روٹس فار ایکوٹی (Roots for Equity)

اے ۔ 1، فرسٹ فلور، بلاک 2، گلشن اقبال، کراچی۔ فون: 92-21-34813320

ویب سائٹ: https://rootsforequity.org/

بلاگ: https://pkmt.noblogs.org/